لہو رنگ صحرا

از

ساحر لکھنوی

لہو رنگ صحرا

(سلام، نوحے، روایتیں)

انتخابِ کلام: جناب محترم سیّد علی حیدر صاحب قبلہ مدظلہ العالی
ایڈوکیٹ

جامع کلام: جناب محترم شاہد حسین عرف نوشہ صاحب قبلہ
صدر انجمنِ عابدیہ کاظمیہ، کراچی

نہ دیکھو ساحرِ بے علم کو حقارت سے
وہ بے ہنر سہی، شاعر مگر حسینؑ کا ہے

ساحر لکھنوی

کوائفِ کتاب

نام کتاب : لہو رنگ صحرا

نوعیت کلام : سلام، نوحے، روایتیں

مصنف : ساحر لکھنوی (سیّد قائم مہدی نقوی)

دانش منزل، A-44/13، گلشنِ اقبال، کراچی 75300

فون نمبر: 4817195

کمپوزنگ : **جاوداں پبلیکیشنز** کراچی

H/28 رضویہ سوسائٹی، ناظم آباد، کراچی 74600

ناشر : آثار و افکار اکادمی (پاکستان) کراچی

باشتراک **جاوداں پبلیکیشنز** کراچی

طابع : ماس پرنٹرز ناظم آباد کراچی

سنہ اشاعت : ۲۰۰۳ء

قیمت : ۱۵۰/- روپے

ملنے کا پتہ : (۱) آثار و افکار اکادمی (پاکستان) کراچی

دانش منزل، A-44/13، گلشنِ اقبال، کراچی 75300

(۲) **جاوداں پبلیکیشنز** کراچی

H/28 رضویہ سوسائٹی، ناظم آباد، کراچی 74600

انتساب

شہیدِ اعظمِ انسانیت سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام اور ان کے فلک مقام و عرش احتشام اعزاء و اقرباء و احباب و انصار کے نام جنھوں نے زمین پر فساد پھیلانے والے اور دوسروں کے حقوق غصب کرنے والے ظالم حکمرانوں کی چیرہ دستیوں کے خلاف حرفِ حق کہنے اور ظلم کے خلاف مظلوموں کو احتجاج کرنے کا حوصلہ عطا کیا دشمنانِ انسانیت اور دشمنانِ اسلام کے خلاف انسانی طاقت کی آخری حد تک جہاد کر کے فرشتوں کے سامنے انسانیت کو سر بلند اور خدا کے آگے انسان کو سرخ رو کر دیا، دنیا کی تمام قوموں کو ظالمانہ طاقتوں کے خلاف سینہ سپر ہونے، طاغوتیت کو پیروں تلے روند کر حق کا بول بالا کرنے کا عملی درس دیا اور عوام کے رہنماؤں کو نوکِ نیزہ پر سر بلند ہو کر رہبری کا حق ادا کرنے کا راستہ دکھایا۔

کربلا کے بے آب و گیاہ بیابان کو اپنے خون سے لہو رنگ صحرا بنا کر جنتِ ارضی بنانے والے ان عظیم شہیدوں کو بلا تفریقِ مذہب و ملت ہدیۂ سلام پیش کرتا انسان دوست، مظلوم پرست اور

صداقت پسند شاعروں کا طرۂ امتیاز ہے۔

انھیں عظیم رہبرانِ انسانیت اور شہیدانِ صداقت کی خدمتِ اقدس میں فنی اور فکری اعتبار سے اپنے ناچیز سلاموں، نوحوں اور رباعیوں کا یہ مجموعہ اِس عاجزانہ اور غلامانہ گزارش اور امیدِ شفاعت کے ساتھ ہدیہ کر رہا ہوں کہ

گر قبول افتد زہے عز و شرف

اِس کے بعد انھیں عظیم شہداء کے ذکر و مدح سے اپنی شاعری کو مخصوص کر دینے والے میرے والدِ گرامی جناب نواب سیّد اختر حسین صاحب مصورؔ لکھنوی علی اللہ مقامہٗ اور والدۂ گرامی المتخلص بہ عصمتؔ اعلی اللہ مقامہا کے نام جن کی آغوشِ تربیت میں یہ توفیق مجھے بھی حاصل ہوئی کہ اپنی شاعری کو مرثیوں، قصیدوں، سلام اور نوحوں وغیرہ کے لیئے وقف کر دوں۔ خداوندِ تعالیٰ میرے مرثیوں، نوحوں اور رباعیوں پر عزاداروں کی چشمِ تر سے بہنے والے ہر آنسو کا ثواب ان دونوں کی ارواحِ پاک کو عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین یا رب العالمین بحقِ محمدؐ و آلہ الطیبین والطاہرینؑ صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین۔

ساحر لکھنوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ترتیب و فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آثار و افکار اکادمی (پاکستان) کراچی کی ساتویں فخریہ پیشکش

الحمد للہ کہ حضرتِ ساحر لکھنوی کے عزائیہ کلام کا مجموعہ 'لہو رنگ صحرا' ہم اکادمی کی ساتویں پیشکش کے طور پر منظرِ عام پر لا رہے ہیں۔ جن مومنینِ کرام نے ساحر صاحب کی رثائی اور عزائیہ تخلیقات کا مطالعہ کیا ہے وہ ان اصنافِ سخن میں ساحر صاحب کے نہایت بلند فکری وفنی معیار کے معترف ہیں۔ اس مجموعہ میں شامل ان کا بیشتر کلام قبولیتِ عام کی سند حاصل کر چکا ہے۔ لوگ جلوس ہائے عزا اور طرحی وغیر طرحی شب بیداریوں میں ان کا کلام سننے کے مشتاق رہتے ہیں اور فرمائش کر کے ان کے سلام اور نوحے وغیرہ پڑھواتے ہیں۔

ہمیں امید ہے کہ مومنینِ کرام اور عزادارانِ حسین علیہ السلام اس مجموعہ کو ہاتھوں ہاتھ لیں گے اور انشاء اللہ تمام حلقوں میں اس کتاب کو مقبولیت حاصل ہوگی۔

اس کتاب کی طباعت کے سلسلہ میں ہم ادارۂ ''طلوعِ افکار'' کراچی کے تعاون کے شکر گزار ہیں۔

انتظامیہ

آثار و افکار اکادمی (پاکستان) کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کچھ اس مجموعہ کے متعلق

سلام، نوحے اور روایتیں عزائیہ ادب کی بہت مقبول اور پُر وقار اصنافِ سخن ہیں۔ یہ تینوں اصناف موضوع کے اعتبار سے ایک اکائی اور مزاجاً کربلائی ہیں۔ ہیئت کے اعتبار سے بھی تینوں بڑی حد تک ایک جیسی ہیں، بس مدح و مصائب اور تسلسلِ واقعات کا فرق ہوتا ہے۔ زبان کا فرق بھی قابلِ لحاظ ہے مگر زبان کے انحطاط اور زوال کے اِس دور میں سارے اصنافِ سخن کی زبان ایک ہوگئی ہے۔ غزل، قصیدہ، نعت و منقبت و مرثیے وغیرہ اب زبان کے فرق سے پہچانے نہیں جاتے۔ پھر بھی سلام اور نوحہ میں بڑی حد تک زبان کا فرق باقی ہے۔

سلام، نوحہ اور روایت کا فرق

سلام:

سلام کی ہیئت غزل کی سی ہے۔ مطلع کے دونوں مصرعے اور بعد کے اشعار کے دوسرے مصرعے ہم قافیہ ہوتے ہیں۔ مضامین کے تنوع کے اعتبار سے بھی غزل کی طرح سلام کا ہر شعر ایک جداگانہ اکائی ہوتا ہے۔ مثلاً اگر ایک شعر میں کوئی اخلاقی مضمون ہے تو دوسرے میں شاعرانہ تعلّی یا مضموں آفرینی یا مدح وغیرہ ہوسکتی ہے۔ سلام میں ایسے مضامین کے ساتھ آخر میں دو چار اشعار واقعاتِ کربلا اور بیانِ مصائب پر مشتمل ہوتے ہیں۔ کسی

مضمون کے لیئے تعدادِ اشعار معین نہیں ہے۔ سلاموں میں تغزل بھی نمایاں ہوتا ہے مگر اِس تغزل میں رکاکت اور ابتذال وغیرہ قطعاً نہیں ہوتا۔ مثال کے طور پر خود میرے سلاموں کے ایک دو شعر ملاحظہ ہوں:

کس قدر شوق ہے مرنے کا علی اکبرؑ کو
لوگ اِس عمر میں جینے کی دعا مانگتے ہیں

نذر کرتا ہے ہر اک زخم لہو کی سرخی
ہاتھ نوشاہ کے جو رنگِ حنا مانگتے ہیں

مہندی رچی ہے یہ کہ ہے نوشاہ کا لہو
ہاتھوں میں رنگِ خون و حنا ہوگیا ہے ایک

میر خلیقؔ کی میر انیسؔ کو یہ ہدایت مشہور ہے کہ "غزل کو سلام کرو"۔ اِس جملہ کے تین مفہوم ہو سکتے ہیں:

(۱) غزل کہنا ترک کرو،

(۲) غزل کے بجائے سلام کہا کرو، اور

(۳) غزل کے انداز میں مدح و رثاء کے مضامین نظم کیا کرو یا یہ کہ غزل کو سلام کے مزاج میں ڈھال دو۔

چنانچہ سلاموں میں تغزل کی آمیزش سے سلاموں کے ادبی مرتبہ اور دل آویز کشش میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ میر انیسؔ کے خاندان میں ان کے بھائی میر مونسؔ سلام گوئی میں اپنا جواب نہیں رکھتے تھے اور ان کی شہرت مرثیوں سے زیادہ ان کے سلاموں کی مرہونِ منت ہے۔ مرزا دبیرؔ کا خاندان تو بہت مختصر ہی تھا، پھر بھی ان کے فرزندِ ارجمند مرزا اوجؔ جس طرح مرثیہ گوئی میں نامور ہوئے اسی طرح سلام گوئی میں بھی بے مثال تھے۔ خاندانِ عشقؔ میں

حضرت تعشقؔ کا مرثیوں کی طرح سلام گوئی میں بھی جواب نہ تھا۔ خاندانِ اجتہاد میں یوں تو حضرت ماہرؔ و فاخرؔ و جاویدؔ و حسینؔ وغیرہ بھی کے سلام نہایت اعلیٰ درجہ اور شاعرانہ خوبیوں سے آراستہ تھے مگر متوسطین میں حضرت جاویدؔ اور متاخرین میں استادِ معظم حسینی شاعر حضرتِ فضلؔ نقوی نے سلام گوئی میں جو شہرت حاصل کی وہ کسی اور کو نہ مل سکی۔ آج بھی برِصغیر پاک و ہند کے طول و عرض میں متعدد ماتمی انجمنیں حضرتِ فضلؔ کے سلام پڑھتی ہیں اور خواتین کی مجالس میں بھی اسی ذوق و شوق سے پڑھے جاتے ہیں۔

مسالمہ کی ایجاد:

خانوادۂ اجتہاد کے عمومی مذہبی مزاج نے ایامِ عزاء میں غزل گوئی اور مشاعروں کو گوارا نہیں کیا۔ دوسری طرف سلطنتِ اودھ پر انگریزوں کے قبضہ کے بعد انگریزی حکومت سے بغاوت کے نتیجہ میں اس خاندان کی بعض محترم شخصیات کو لکھنؤ کی سکونت ترک کر کے دامنِ شہدائے کربلا میں پناہ لینا پڑی۔ کربلائے معلیٰ میں سکونت اختیار کی تو اس سرزمین کے تقدس کے پیشِ نظر غزل گوئی کو ترک کیا۔ اِن حالات میں اس خاندان کے دو اوّلین مرثیہ نگاروں میں سے ایک جناب مولوی سید محمد جعفر صاحب امیدؔ نے مسالمہ ایجاد کیا اور ایامِ عزاء میں نیز عراق کے قیام کے دوران مشاعروں کے بجائے مسالموں کو رواج دیا۔ جب سے آج تک مسالمے بھی مشاعروں کی طرح ایک مقبول تہذیبی روایت بن چکے ہیں اور بہت بڑی تعداد میں شعرائے کرام بلا تفریقِ مذہب و ملت سلام گوئی میں مشقِ سخن کرتے ہیں اور مسالموں میں شریک ہوتے ہیں۔ مرثیہ گو حضرات مرثیہ پیش کرنے سے پہلے رباعیاں اور سلام پیش کرتے تھے۔ اب بھی یہ رواج ہے کہ ذاکری اور مرثیہ گوئی کی مجالس میں ایک دو سلام گو حضرات بھی مرثیہ گو یا مرثیہ خواں سے پہلے سلام پیش کرتے ہیں جس سے مجلس کا ماحول بن جاتا ہے اور لوگ منبر کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں۔

نوحہ:

نوحے بھی بیشتر سلام ہی کی ہیئت میں ہوتے ہیں۔ یعنی مطلع کے دونوں مصرعے اور بعد کے ہر شعر کا دوسرا مصرع ہم قافیہ ہوتا ہے مگر نوحہ اِس ہیئت تک محدود نہیں ہے۔ یہ مثلث، مربع، مخمس اور مسدس کی ہیئت میں بھی کہے جاتے ہیں اور صنعتِ مستزاد میں بھی۔ بعض نوحے سوال و جواب کی صورت میں بھی کہے گئے ہیں۔

نوحہ اور سلام میں بنیادی فرق مزاج اور زبان کا ہے۔ نوحہ میں سلام کی طرح مختلف انواع کے مضامین نہیں ہوتے بلکہ نوحے صرف بیانِ مصائب اور بین و بکا پر مشتمل ہوتے ہیں۔ بیانِ مصائب کے لیئے درد انگیز جذبات کے اظہار کی ضرورت ہوتی ہے اس لیئے نوحوں کی زبان سلام سے مختلف ہوتی ہے۔

نوحہ بظاہر ایک بہت آسان صنفِ سخن ہے اس لیئے آج بھی بعض شعرائے کرام نوحوں پر نوحے لکھتے چلے جاتے ہیں۔ بعض حضرات تو ایک ایک نشست میں کئی کئی نوحے لکھ ڈالتے ہیں مگر بسیار گوئی، غیر مناسب زود گوئی اور قلم کی تیز رَوی کی وجہ سے نہ صرف یہ کہ معیار برقرار نہیں رکھ سکتے بلکہ بعض اوقات افسوس ناک حد تک بعض ایسے مضامین نظم کر جاتے ہیں جو شہداء و معصومینؑ کی عظمت و احترام کے منافی اور کبھی کبھی دل کو لرزا دینے والے ہوتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ نعت و منقبت کی طرح نوحہ بھی ایک بہت مشکل اور بہت نازک صنفِ سخن ہے۔ جس میں مشقِ سخن کرتے ہوئے بقولِ عرفیؔ شاعر کے قدم تلوار کی دھار پر ہوتے ہیں۔

میں نے اپنی کتاب 'خانوادۂ اجتہاد کے مرثیہ گو' میں خاندان کے ایک معروف و مقبول نوحہ گو جناب سیّد مجاور حسین صاحب تمنّاؔ کے نوحوں پر جناب دولھا صاحب عروجؔ آلِ انیسؔ کے تبصرہ کا ایک اقتباس نقل کیا تھا جس سے نوحہ گوئی کے بارے میں صحیح نقطۂ نظر کا اظہار ہوتا ہے۔ اب اِس مجموعہ کے قارئین کے لیئے میں وہ اقتباس یہاں پھر

درج کر رہا ہوں، ملاحظہ ہو:

"لوگ خیال فرماتے ہیں کہ نوحہ تصنیف کرنا بہت آسان ہے، میرے نزدیک زیادہ مشکل ہے کیونکہ عورتوں کی زبان میں جذباتِ شاعری اور حسنِ بندش کا خیال رکھنا اور محاورات کا محل پر صرف کرنا اور واقعاتِ کربلا کو شریک کرنا یا مضمون کو ان الفاظ کے حوالے کر دینا جن لفظوں کی روشنی میں مطلب اور بھی واضح طور سے نظر آنے لگے، کوئی سہل بات نہیں ہے"۔

("دولھا صاحب عروج"؛ "جوشِ ماتم" حصۂ اول)

نوحہ گوئی میں متین دہلوی کا نام بہت نمایاں ہے مگر خاندانِ اجتہاد کے ایک بلند مرتبہ اور معروف مرثیہ گو دعبلِ ہند حضرتِ ذاکر کا مرتبہ سب سے بلند ہے۔ جس طرح مرثیہ گوئی میں میر انیس کا مرتبہ ہے اسی طرح نوحہ گوئی میں حضرتِ ذاکر کا۔ اسی لیئے دعبلِ ہند کے علاوہ ان کا ایک لقب 'انیسِ نوحہ' بھی تھا۔ نوحہ گوئی میں مضموں آفرینی کو قابلِ اعتراض سمجھا جاتا تھا اس لیئے کہ اس سے مصائب اور بین و بُکا کا اثر کم ہو جاتا ہے، مگر حضرتِ ذاکر نے پہلی مرتبہ نوحوں میں مضموں آفرینی اور تغزل کو جگہ دی اور اس طرح کہ نوحوں کا سوز و درد اور بڑھ گیا۔ ان کا یہ ایسا کمال تھا جس سے انھوں نے نوحہ گوئی کو بھی اعلیٰ درجہ کی شاعری بنا دیا جو پہلے صرف سیدھے سادے بین و بُکا کے اشعار پر مشتمل ہوتے تھے اور ان کا شمار بڑی شاعری اور ادبِ عالیہ میں نہیں ہوتا تھا۔ مثال کے لیئے ان کے ایک نوحہ 'ماں کا جنابِ علی اکبرؑ سے بعدِ شہادت خطاب' سے ایک دو شعر ملاحظہ ہوں۔ مطلع سے نوحہ کی نوعیت ظاہر ہوتی ہے:

ماں کا نالہ لاش تک آتا ہے ، اکبرؑ گھر میں آؤ
ہجر کوئی یوں بھی اٹھواتا ہے اکبرؑ ، گھر میں آؤ

ماں کے ہوتے دوسرا تیمارداری کیوں کرے
دردِ دل کروٹ بدلواتا ہے ، اکبرؑ گھر میں آؤ

تم تپاں مقتل میں ہو اور ماں ہے ڈیوڑھی پر تپاں
میری جاں ، الفت میں فرق آتا ہے ، اکبرؑ گھر میں آؤ

پورا نوحہ بلکہ کم وبیش ان کے تمام نوحے ایسی ہی مضموں آفرینیوں اور تغزل کے امتزاج کے آئینہ دار ہیں۔ قارئین بہت آسانی سے یہ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اس رنگِ سخن نے نوحے کے مزاج کو نقصان پہنچانے کے بجائے اس میں درد وغم اور سوز والم کو اور بڑھا دیا اور سننے والوں کے دلوں میں ایسی تڑپ پیدا کر دی جو سخت سے سخت دلوں کو تڑپائے بغیر نہیں رہ سکتی۔ حضرتِ ذاخرؔ اس رنگ کے موجد تھے۔ یہ ایسا رنگ تھا جس کی پیروی بھی آسان نہ تھی اسی لیئے کوئی شاعر اس رنگِ سخن کو اس معیار کے ساتھ آگے نہیں بڑھا سکا۔

روایت:

'روایت' سلام ونوحہ سے مختلف ہوتی ہے۔ اس میں مثنوی کی طرح واقعاتِ کربلا میں سے کوئی ایک واقعہ مسلسل نظم کیا جاتا ہے۔ روایت اور مثنوی میں یہ فرق ہے کہ مثنوی میں مطلع کے بعد کے اشعار مطلع کے قوافی کے پابند نہیں ہوتے۔ ہر شعر کا قافیہ مختلف ہوتا ہے اور مطلع کی طرح دونوں مصرعے ہم قافیہ ہوتے ہیں جبکہ روایت میں سلام اور نوحہ کی طرح تمام اشعار کے دوسرے مصرعے مطلع کے ہم قافیہ ہوتے ہیں۔ مزاجاً نوحوں کی طرح روایت بھی ایک دردانگیز صنفِ سخن ہے۔

روایت نظم کرنے میں بھی دبستانِ ہند حضرتِ ذاخرؔ کا نامِ نامی سب سے زیادہ نمایاں ہے۔ دوسرا معروف نام انھیں کے ایک شاگردِ رشید جناب مصطفیٰ حسین صہباؔ لکھنوی کا ہے۔ لکھنؤ اور کراچی کی معروف ومقبول ماتمی انجمن 'عابدیہ کاظمیہ' اب بھی ان دونوں بزرگوں کی لکھی ہوئی روایتیں خاص طور سے عاشور اور چہلم کے جلوسوں میں پڑھتی ہے جن کی دردانگیزی کی وجہ سے سامعین پر شدت سے رقت طاری ہوتی ہے اور بہت گریہ ہوتا ہے۔ یہ

انجمن حسینی شاعر حضرتِ فضلؔ نقوی، حضرتِ سالکؔ لکھنوی اور حضرتِ ماہرؔ لکھنوی کے سلام اور نوحے بھی پڑھتی ہے جن میں سے بعض تیس پینتیس سال سے مسلسل پڑھے جانے کے باوجود اب بھی سامعین میں بہت مقبول ہیں اور بار بار فرمائش کر کے پڑھوائے جاتے ہیں۔

کراچی میں سلام اور نوحہ گوئی میں شہرت پانے والے شعراء میں حضرتِ مجاہدؔ لکھنوی کا نام بہت نمایاں ہے اور ان کا عزائیہ کلام آج بھی مقبول ہے۔ ان کے علاوہ بھی حضرتِ تجملؔ لکھنوی، حضرتِ عزتؔ لکھنوی اور حضرتِ ساحرؔ فیض آبادی وغیرہ کے اسمائے گرامی بھی معروف ہیں۔ معروف شاعر حضرتِ یاورؔ اعظمی کے نامور فرزند جناب سیّد علی محمد رضوی عرف بچے مرحوم نے نہ صرف کم عمری سے نوحہ خوانی میں مقبولیت حاصل کی بلکہ بعض بہت اچھے سلام بھی لکھے جو وہ خود پڑھتے تھے۔

یہ مجموعہ :

اس مجموعہ میں میرے کہے ہوئے کچھ سلام، نوحے اور روایتیں شامل ہیں۔ میں نے بڑی تعداد میں سلام، نوحے، مخمس اور مسدس کہے ہیں۔ مجھے ان کی صحیح تعداد نہیں معلوم۔ میں نے اپنی شاعری کا آغاز ہی سلام گوئی سے کیا تھا مگر میرا لکھنؤ کا سارا کلام اور کراچی آنے کے تقریباً دس پندرہ سال بعد تک کا کلام جو دو بیاضوں میں درج تھا، بدقسمتی سے گم ہوگیا۔ میری دونوں بیاضیں غائب ہوگئیں۔ معلوم نہیں کہاں چلی گئیں۔ ان میں میری بعض غزلیں، نعتیں اور منقبتیں وغیرہ بھی شامل تھیں۔ بہر حال دستیاب کلام میں سے کچھ سلام، نوحے اور روایتیں اس مجموعہ میں شامل ہیں جن کی تعداد کوئی پچاس ساٹھ ہوگی، فہرست بنانے کے بعد صحیح تعداد معلوم ہوگی۔

اس مجموعہ میں بیشتر سلام طرحی ہیں جو طرحی شب بیداریوں کے لیے انجمنِ عابدیہ کاظمیہ کے کہنے پر لکھے گئے۔ کھوئی ہوئی بیاضوں میں سب غیر طرحی سلام تھے۔ بعد میں غیر طرحی سلام بہت کم کہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ میں صرف سلام اور نوحے یا منقبتیں نہیں کہتا۔ خدا

کے فضل سے میری ادبی اور تخلیقی مصروفیات کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ سلام، نوحوں اور روایتوں نیز حمد ونعت ومنقبت کے علاوہ مدحیہ قصائد اور مرثیے نیز قطعات ور باعیات وغیرہ بھی اِس میں شامل ہیں۔ میرے قصیدے چالیس پچاس اشعار سے لے کر ڈیڑھ ڈیڑھ سو اشعار تک کے ہیں۔ میرے مرثیے بھی عموماً سو سو بند سے زیادہ ہوتے ہیں۔ اِس کے علاوہ تعزیتی وتہنیتی نظمیں، تقریظیں، تاریخ گوئی، مضامین لکھنا، کتابیں تصنیف و تالیف کرنا، تحقیق وتنقید، غرض تقریباً ہر قسم کا ادبی اور تخلیقی کام میری ادبی خدمات میں شامل ہے اس لیئے ایک کام کو زیادہ وقت دینا ممکن نہیں ہے۔ مزید یہ کہ پانچ سال کے بعد حال میں سیدۃ النساء العالمین سلام اللہ علیہا کی شان میں پچاس اشعار کا ایک مختصر قصیدہ کہا ہے۔ سلام بھی اِس عرصہ میں زیادہ سے زیادہ پانچ یا چھ کہے۔ اب بھی تمنا یہ ہے کہ

خدا جو توفیق ہم کو دیتا تو ایک ایسا سلام کہتے
کہ جس کو سن کر جزاک اللہ و مرحبا خود امامؑ کہتے

نیز:

ملے جو داد نجف سے سلام پر مجکو
تو مرحبا کی صدا آئے کربلا سے الگ

پہلا مطلع غالباً گزشتہ سال کے ایک غیر طرحی سلام کا ہے مگر وہ سلام بھی کھو گیا اور تلاشِ بسیار کے باوجود نہیں ملا۔ دوسرے مطلع والا سلام اِس مجموعہ میں شامل ہے، وہ بھی غیر طرحی ہے۔
اِس مجموعہ میں شامل بعض سلام انجمنِ عابدیہ کاظمیہ کے مشہور اور بے مثال صاحب بیاض حضرتِ صادق حسین عرف ججن صاحب مرحوم پڑھتے تھے۔ میں اِسے اپنے لیئے ایک اعزاز سمجھتا ہوں اس لیئے کہ وہ اپنی نوحہ خوانی کے زمانہ میں، جو تقریباً پینسٹھ سال پر محیط ہے، سب سے بڑے اور سب سے زیادہ معروف ومقبول نوحہ خواں تھے۔ ان کی نوحہ خوانی کا انداز صرف ان کے فرزند جناب وارث حسین صاحب کو میراث میں ملا مگر

انھوں نے اس طرف بہت کم توجہ کی۔ دوسرا کوئی نوحہ خواں ان کے انداز سے نوحہ خوانی نہیں کرسکا۔ انھیں کے اصرار پر غالباً ۱۹۷۳۔۷۴ء سے میں نے انجمن کے لیئے سلام اور نوحے کہنا شروع کیئے جو اُن کے بعد انجمن کے صاحب بیاض جناب جاوید حیدر صاحب اپنے انداز میں ماشاءاللہ عمدہ طریقہ سے پڑھتے ہیں۔

اس مجموعہ میں شامل بعض سلام معروف سوز خواں جناب اختر وصی علی مرحوم اور جناب مظاہر علی کاظمی مرحوم پڑھتے تھے اور اب جناب راحت علی پڑھتے ہیں۔ میں اِن حضرات کا کل بھی شکر گزار تھا اور آج بھی ہوں۔

اس مجموعہ میں شامل تقریباً سارا کلام انجمنِ عابدیہ کاظمیہ کے موجودہ صدر محترم جناب شاہد حسین عرف نوشہ صاحب نے بڑی زحمتیں اٹھا کر جمع اور فراہم کیا اور میرے ایک عزیز خاص و محبِ مکرم برادرم محترم جناب سیّد علی حیدر صاحب قبلہ ایڈوکیٹ نے ازراہِ لطف و کرم کلام کا انتخاب کیا۔ وہ بہت با ذوق اور شعر و ادب کے دل داہ ہیں۔ اساتذۂ سلف سے لے کر اب تک کے دیگر شعرائے کرام کے ہزاروں اشعار انھیں نوکِ زباں ہیں۔ اپنی گفتگو کو بڑے برمحل اشعار سے سجاتے ہیں۔ وہ بھی طویل مدت سے پوری طرح صحت مند نہیں ہیں۔ میں اِن دونوں حضرات کا تہِ دل سے ممنون و شکر گزار ہوں اور اِن کی صحت و سلامتی اور طولِ عمر کے لیئے دست بدعا ہوں۔

قارئینِ کرام، اِس مختصر گفتگو کے بعد "سپردم بتو مایہ خویش را"۔

دعاؤں کا طالب
گدائے درِ مولائے علمؑ
ساحرؔ لکھنوی

چند شعر

ظلم کے بے کراں اندھیروں میں
کربلا نام روشنی کا ہے

☆

کہے جو حاکمِ جابر کے منھ پہ کلمۂ حق
کسی بھی دین کا ہو، وہ مگر حسینؑ کا ہے

☆

ظلم خود کرنا نہیں اور ظلم سے دبنا نہیں
ہے ہماری زندگی سے یہ تقاضائے حسینؑ

☆

جب سے دعائے ذکرِ شہِ دیں ہوئی قبول
اُس دن سے دل میں اور کوئی مدعا نہیں

☆

روز و شب نوحے، قصیدے، مرثیے کہتا ہوں میں
میری اس خدمت سے اچھی کوئی خدمت اور ہے؟

سلام

خدا جو توفیق ہم کو دیتا تو ایک ایسا سلام کہتے
کہ جس کو سن کر جزاک اللہ و مرحبا خود امامؑ کہتے

☆

برسرِ قرطاس ساحر ، بہرِ نذرِ شاہؑ دیں
ہم نے فکر و فن کے گل بوٹے سجا کر رکھ دیئے

جہاں کہیں بھی کبھی تذکرے وفا کے چلے
قلم کو ہم بھی مثالِ علم اٹھا کے چلے

☆

ظلم سے جنگ کو مظلومؑ کی خاطر ہم نے
ہاتھ میں صورتِ شمشیرِ قلم رکھا ہے

☆

ساحرؔ، کروں نہ ذکرِ شہؑ دیں تو کیا کروں
اس کے سوا کسی بھی سخن میں مزا نہیں

☆

نہ ہو جو بہرِ ثنائے علیؑ و ذکرِ حسینؑ
تو شاعری پہ بھلا افتخار کون کرے

☆

ذکرِ شاہِؑ ہدا سے اے ساحرؔ
تاج سر پر سخن وری کا ہے

طرحی سلام

سلام خواں: انجمن عابدیہ کاظمیہ کراچی

سلام

کیوں اہلِ دیں میں ایک کا دشمن ہوا ہے ایک
جب کعبہ و کتاب و نبیؐ و خدا ہے ایک

تاریخ میں حسینؑ سا صابر ہوا ہے ایک
جس طرح کائنات میں بس مصطفاؐ ہے ایک

ماتم حسینؑ کا ہو کہیں ، فرق کچھ نہیں
سینہ زنی کی سارے جہاں میں صدا ہے ایک

جنت ہے مشہد و نجف و کربلا کے پاس
جس راستہ سے چاہے چلیں ، فاصلا ہے ایک

ہم کربلا میں ، خلد میں چاہے جہاں رہیں
موسم سبھی کا ایک ہے ، آب و ہوا ہے ایک

حاتم کی طرح لاکھ سخی ہوں ، ہوا کریں
قرآن میں عطا کے لیئے ہل اتیٰ ہے ایک

کیا وصفِ ذوالفقار ہو یا وصفِ ذوالجناح
بجلی ہے ان میں ایک اگر ، تو ہوا ہے ایک

کشتیٔ دینِ حق ہے بھنور میں پھنسی ہوئی
طوفاں ہیں ظلم و جور کے اور نا خدا ہے ایک

"اُسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد"
(مولانا محمد علی جوہر)

ہر کربلا غلط ہے کہ بس کربلا ہے ایک

جینے کی ہے نہ فکر ، نہ مرنے کا خوف ہے
شبیرؑ کی نظر میں حیات و قضا ہے ایک

انصارِ شاہِ دیں ہوں کہ احباب و اقربا
شوقِ جہاد ایک ہے ، ذوقِ وفا ہے ایک

خیمہ میں شہ کے پھیل گیا ہے وفا کا نور
جل اٹھے ہیں چراغ بہتّر ، بجھا ہے ایک

عباسؑ سا ہو شیر کہ اصغرؑ سا بے زباں
سب کی رہِ جہاد میں شانِ وغا ہے ایک

چھ ماہ کے صغیر کو مارا ستم کا تیر
یہ ظلم تو جہان میں اب تک ہوا ہے ایک

مہندی رچی ہے یہ کہ ہے نوشاہ کا لہو
ہاتھوں میں رنگِ خون و حنا ہو گیا ہے ایک

نیزوں پہ سر جو ہیں یہ بہتّر کے ضوفشاں
چھوٹے بڑے چراغ ہیں لیکن ضیا ہے ایک

ساحر ، سلام و مرثیہ گوئی ہو روز و شب
تیری شفا کے واسطے بس یہ دوا ہے ایک

غیر طرحی سلام

سلام خواں: جناب مظاہر علی کاظمی مرحوم (سوز خواں)

سلام

نظر میں نور جو آٹھوں پہر حسینؑ کا ہے
ہماری آنکھ کی پتلی میں گھر حسینؑ کا ہے

شفا ہے خاک میں جس کی ، وہ در حسینؑ کا ہے
حیات بانٹتا ہے جو وہ گھر حسینؑ کا ہے

یہ حق و صدق و شہادت کا نور دنیا میں
یہ حدِ ظرف و یہ حدِ نظر حسینؑ کا ہے

یہ حریت کے جو چرچے ہیں آج دنیا میں
بشر کی فکر پہ یہ سب اثر حسینؑ کا ہے

نہ جھکنے دیں کبھی باطل کے آگے سر اپنا
یہ فرض وہ ہے جو قرض آپ پر حسینؑ کا ہے

سر اپنا ظلم و تشدد کے سامنے نہ جھکا
یزیدیت سے نہ ڈر ، تو اگر حسینؑ کا ہے

کہے جو حاکمِ جابر کے منھ پہ کلمۂ حق
کسی بھی دین کا ہو ، وہ مگر حسینؑ کا ہے

کوئی یزیدؔ نہ اس دل پہ آ کے دستک دے
یہ میرا دل ہی نہیں ہے، یہ گھر حسینؑ کا ہے

وہ دل کہ صبر و صداقت کا نور ہو جس میں
وہ گھر حسینؑ کا ، وہ مستقر حسینؑ کا ہے

جو دیکھیے تو جبینیں درِ یزیدؔ پہ ہیں
جو پوچھیے تو یہاں ہر بشر حسینؑ کا ہے

وہ مرد و زن ہوں کہ پیر و جوان و طفلِ صغیر
جہاں حسینؑ سبھی ہیں وہ گھر حسینؑ کا ہے

بہترؔ ایک ہیں فکر و عمل کی منزل میں
یہ لطفِ خاص ، یہ فیضِ نظر حسینؑ کا ہے

حیات و دولتِ ایمان و ذوقِ صبر و رضا
یہاں سے کیا نہیں ملتا ، یہ گھر حسینؑ کا ہے

نہ کوئی مثلِ محمدؐ ، نہ کوئی مثلِ علیؑ
وہ جد حسینؑ کا ہے ، یہ پدر حسینؑ کا ہے

جدھر علیؑ ہیں ادھر حق ہے ، اور اسی صورت
رضائے حق ہے اُدھر ، رخ جدھر حسینؑ کا ہے

خدا کا ڈر بھی نہیں ہے یزیدِ بے دیں کو
جو ڈر کسی کا اسے ہے تو ڈر حسینؑ کا ہے

اُدھر کوئی نہیں آزاد ، اِس طرف سب حُرؔ
اُدھر یزیدؔ کا لشکر ، اِدھر حسینؑ کا ہے

یزیدیت کے مقابل محمدیت کو
جو سربلند کرے گا وہ سر حسینؑ کا ہے

بتا رہا ہے جو یہ ربط آلؑ و قرآں میں
سناں پہ محوِ تلاوت یہ سر حسینؑ کا ہے

نجمؓ کو جنگ پہ راضی ہو کیوں سپاہِ خدا
ابھی تو ایک سپاہی اُدھر حسینؑ کا ہے

خزف کے ڈھیر سے چن لائے گوہرِ نایاب
یہ حُر نہیں ہے، یہ حسنِ نظر حسینؑ کا ہے

اذاں کے دوش پہ پھیلی ہے چاندنی جس کی
یہ چاند وہ ہے جو رشکِ قمر حسینؑ کا ہے

نہ صبرِ سیدِ سجادؑ آزمائے یزیدؑ
یہ کوئی اور نہیں، یہ پسر حسینؑ کا ہے

وفا و حوصلہ و عزم و استقامت و صبر
رہِ رضا میں یہ زادِ سفر حسینؑ کا ہے

خود اپنے ہاتھوں پہ بچے کو لائے مقتل میں
کسی کا دل نہیں ایسا مگر حسینؑ کا ہے

نکالے دل سے پسر کے سناں تو حلق سے تیر
یہ دل حسینؑ کا ہے، یہ جگر حسینؑ کا ہے

خموش کیوں رہیں دربارِ ظلم میں زینبؑ
زباں دہن میں علیؑ کی، جگر حسینؑ کا ہے

نہ دیکھو ساحرِ بے علم کو حقارت سے
وہ بے ہنر سہی شاعر مگر حسینؑ کا ہے

جب ڈبو کر آنسوؤں میں نامِ شہؑ لکھوں گا میں
روشنائی سے قلم کو روشنی مل جائے گی

....

جنت کا ہے مول اشکِ عزائے شہِؑ والا
جنت میں فقط شہؑ کے عزادار رہیں گے

طرحی سلام

سلام خواں: انجمنِ عابدیہ عظمیٰ کراچی

سلام

مظلوم سے اُلفت ہے عزاداریٔ شبیرؑ
ظالم سے براءت ہے عزاداریٔ شبیرؑ

احساس میں، افکار میں، سینوں میں، لہو میں
ایماں کی حرارت ہے عزاداریٔ شبیرؑ

ماتم کی صداؤں سے لرز جاتا ہے باطل
ایماں کی جلالت ہے عزاداریٔ شبیرؑ

اس مجلس و ماتم میں ہر اک قوم ہے شامل
پیغامِ محبت ہے عزاداریٔ شبیرؑ

ہوتے ہیں یہاں متحد آ آ کے مسلماں
پیغامِ اخوت ہے عزاداریٔ شبیرؑ

روئے ہیں محمدؐ بھی غمِ کرب و بلا میں
کردارِ نبوت ہے عزاداریٔ شبیرؑ

ہم خلق ہوئے بہرِ عزا ان کی دعا سے
زہراؑ کی امانت ہے عزاداریٔ شبیرؑ

ہوتا ہے یہاں ذکرِ خدا ذکرِ محمدؐ
واللہ، عبادت ہے عزاداریٔ شبیرؑ

دنیا کے ہر اک غم کو بھلا دیتا ہے یہ غم
ہر غم کی ضرورت ہے عزاداریٔ شبیرؑ

ہے رقص و سرود آج زمانہ کی ثقافت
اور اپنی ثقافت ہے عزاداریٔ شبیرؑ

قربانی و ایثار و وفا ، صبر و شہادت
ان سب کی اشاعت ہے عزاداریٔ شبیرؑ

قرآن میں ہے ذبحِ عظیم ایک اشارہ
اور اس کی وضاحت ہے عزاداریٔ شبیرؑ

کہتی ہے یہ نیزہ پہ سرِ شہؑ کی تلاوت
قرآں کی اشاعت ہے عزاداریٔ شبیرؑ

ہم روتے ہیں سردارِ جوانانِ جناں پر
جنت کی ضمانت ہے عزاداریٔ شبیرؑ

اسلام کا پیغام یہ دیتی ہے جہاں کو
اسلام کی خدمت ہے عزاداریٔ شبیرؑ

ہم بانٹتے ہیں اہلِ دل و اہلِ وفا کو
وہ درد کی دولت ہے عزاداریٔ شبیرؑ

واقف نہیں گریہ سے رسولؐ دوسرا کے
جو کہتے ہیں بدعت ہے عزاداریٔ شبیرؑ

رونا تو ہے انسان کی فطرت کا تقاضا
یوں تابعِ فطرت ہے عزاداریٔ شبیرؑ

یہ دل میں سجاتی ہے غمِ سبطِ نبیؐ کو
ہر قلب کی زینت ہے عزاداریٔ شبیرؑ

لکھا ہے اسے خوں سے شہیدانِ وفا نے
تاریخِ شہادت ہے عزاداریٔ شبیرؑ

اشکوں میں نظر آتی ہے شبیرؑ کی صورت
آنکھوں کی عبادت ہے عزاداریٔ شبیرؑ

جو نام ہے سب اس کے تصدق میں ہے ساحرؔ
اعزاز ہے ، عزت ہے عزاداریٔ شبیرؑ

ساحرؔ ، بڑی اندھیری لحد جگمگا اٹھی
اشکِ غمِ حسینؑ ہوئے ضوفگن کہاں

غیر طرحی سلام

سوز خواں: جناب مظاہر علی کاظمی مرحوم
سلام خواں: انجمنِ عابدیہ کاظمیہ کراچی

سلام

اے عزادارو ، غمِ شہؑ میں بکا ہوتی رہے
کیا ہوا دنیا جو ہوتی ہے خفا ، ہوتی رہے

ہم سے کرتی ہے تقاضا یہ وفا عباسؑ کی
ہر نفس ، ہر سانس نذرِ کربلا ہوتی رہے

کر کے اونچا یہ علم رکھ لو علم داری کی آن
گر مخالف ہے زمانے کی ہَوا ، ہوتی رہے

پاؤں تھک جائیں تو سر کے بل چلو لے کر علم
ہاتھ کٹ جائیں تو آنکھوں سے عزا ہوتی رہے

اشک خوں میں درد ڈھلتا ہی رہے اے چشمِ تر
دل کی حالت آنسوؤں سے آئینا ہوتی رہے

نذر ہم کرتے رہیں یہ آنسوؤں کے جام انھیں
خاطرِ تشنہ لبانِ کربلا ہوتی رہے

رات ہو یا دن سدا کرتے رہیں ذکرِ حسینؑ
فاطمہؑ روتی رہیں ، مجلس بپا ہوتی رہے

دم بدم گونجے فضا میں واحسیناؑ کی صدا
کربلا آثار دنیا کی فضا ہوتی رہے

دیکھ کر جوشِ بکا ، شوقِ فغاں ، ذوقِ عزا
لذتِ غم سے یہ دنیا آشنا ہوتی رہے

آنکھ میں آنسو ہوں اور دامن میں خاکِ کربلا
شیشۂ دل پر ہمارے یوں جلا ہوتی رہے

ہل اتیٰ والوں کی منزل سے ہے وہ کتنا قریب
ہل اتیٰ والوں کی خود جس پر عطا ہوتی رہے

ہے یہی تو روح سجدوں کی ، عبادت کا نکھار
مدحِ اہلِ بیتؑ اے صلِّ علیٰ ہوتی رہے

گر خطا ہے الفتِ آلِ نبیؐ تو حشر تک
یہ خطا ہم سے بہ تائیدِ خدا ہوتی رہے

ہم تو کرتے ہی رہیں گے ذکرِ آلِ مصطفیٰؐ
ہو اگر کوئی طبیعت بے مزا ، ہوتی رہے

یہ پیامِ بندگی دیتا ہے سجدہ عصر کا
زیرِ خنجر بھی نمازِ حق ادا ہوتی رہے

بولے شہؑ ، مڑ مڑ کے اکبرؑ دیکھتے رہنا ہمیں
یوں زیارت اے شبیہِ مصطفیٰؐ ہوتی رہے

تیر کھا کر ہو وہ اے اصغرؑ تبسم کی ادا
حشر تک جو ظلم سے جنگ آزما ہوتی رہے

حکمِ حاکم ہے کہ ان کو چین لینے دو نہ تم
مصطفیٰؐ کی آلؑ پر پیہم جفا ہوتی رہے

صاحبِ تطہیر کی بیٹی کے پردے کے لیئے
راستہ کی خاک اڑ اڑ کر ردا ہوتی رہے

کم سے کم ہے یہ تو ساحرؔ ذکرِ مولاؑ کا صلہ
ہم پہ محشر تک بہتّر کی عطا ہوتی رہے

قطعہ

حسینؑ سب کے ہیں لیکن حسینؑ کا ہے کون؟
بس ایک ہم ہیں کہ حق کی قسم حسینؑ کے ہیں
حسینیت کا تقاضا تو یہ ہے دنیا سے
ہر ایک قوم پکارے کہ ہم حسینؑ کے ہیں

طرحی سلام

سلام خواں: انجمن عابدیہ کاظمیہ کراچی

سلام
(میر انیس کی زمین میں)

جہاں کہیں بھی کبھی تذکرے وفا کے چلے
قلم کو ہم بھی مثالِ علم اٹھا کے چلے

چراغِ اشکِ عزا بجھ نہیں سکے گا کبھی
ہزار لے کے کوئی سامنے ہوا کے چلے

ہماری کشتیِ دل پر لکھا ہے نامِ علیؑ
یہ وہ سفینہ نہیں ہے جو ڈگمگا کے چلے

وفا کی منزلِ اول ہوئے ابو طالبؑ
انھی کی آل میں سب سلسلے وفا کے چلے

جسے ہو اجر عبادت کا حشر میں لینا
وہ پہلے اجرِ رسالت یہاں چکا کے چلے

نظر میں جس کی مسلماں ہوں قاتلانِ حسینؑ
نبیؐ کے ساتھ ذرا سامنے خدا کے چلے

جسے ہو جادۂ حق کی تلاش اندھیروں میں
وہ حُرؑ کے ساتھ قدم سے قدم ملا کے چلے

علیؑ علیؑ کی صداؤں سے گونج اٹھا خیبر
جو در کو ہاتھ پہ خیبر کشا اٹھا کے چلے

یہ ذوالفقار ہے یا موت کا فرشتہ ہے
جسے ہو جان عزیز ، اِس سے سر بچا کے چلے

علیؑ کے گھر کے جو بچّے بھی آ گئے رن میں
وغا میں ہاتھ علیؑ کے دِکھا دِکھا کے چلے

حسینؑ کرب و بلا میں لہو کے چھینٹوں سے
سوادِ شام کا اک اک دیا بجھا کے چلے

کیا حسینؑ نے خود مر کے حق کو پھر زندہ
جو بجھ گیا تھا چراغ اس کو پھر جلا کے چلے

لہو سے دشت کو جنت بنا کے چھوڑ گئے
سوئے بہشت مسافر جو کربلا کے چلے

کوئی اجاڑ ہی سکتا نہیں دلوں سے جنھیں
حسینؑ درد کی وہ بستیاں بسا کے چلے

کوئی یہ شانِ علمدارِ کربلا دیکھے
وہ آج تک نہ جھکا جو علم اٹھا کے چلے

جو دیکھی ضربتِ عباسؑ مثلِ ضربِ علیؑ
تو جبرئیلؑ بھی شہپر بچا بچا کے چلے

تمام عالمِ امکاں میں زلزلہ تھا بپا
حسینؑ ہاتھوں پہ اصغرؑ کو جب اٹھا کے چلے

مقابلہ تھا جو اصغرؑ کا تیرِ قاتل سے
وہ سنسنا کے چلا اور یہ مسکرا کے چلے

خدا ہی جانے یہ کس حدِ صبر پر تھے حسینؑ
جواں کی لاش ضعیفی میں جب اٹھا کے چلے

یہ کہہ رہے تھے شہیدوں کے سر سنانوں پر
ہمارے سامنے کوئی نہ سر اٹھا کے چلے

نبیؐ کی بیٹیاں ہیں قافلے میں بے چادر
ادھر سے جو بھی چلے وہ نظر جھکا کے چلے

زمیں انیسؔ کی ساحرؔ نہ نبھ سکی نہ سہی
خدا کے سامنے کب زور ناخدا کے چلے

کیوں نہ ساحرؔ اپنی قسمت پر کروں شکرِ خدا
جیسا مجھ کو دل دیا ویسی مجھے سرکار دی

طرحی سلام

سلام خواں: انجمن عابدیہ ظہیریہ کراچی

سلام

پوچھ لو بے شیر کی ہمت سے ، کیا ہے کربلا
مسکرا کر جان دینے کی ادا ہے کربلا

بندگی ہے ، بندگی کی انتہا ہے کربلا
زیرِ خنجر سجدۂ شاہِ ہدا ہے کربلا

ہم تو سرکارِ وفا کے کفش برداروں میں ہیں
ہم سے پوچھو شرحِ قرآنِ وفا ہے کربلا

اس کے دامن تک پہنچ سکتا نہیں دستِ خیال
جس قدر سمجھے بشر اس سے سوا ہے کربلا

جس کی حد کو تا قیامت کوئی چھو سکتا نہیں
حق کی نظروں میں وہ معیارِ وفا ہے کربلا

گردشِ دوراں اسے آنکھیں دکھانا چھوڑ دے
جان لے اچھی طرح یہ کربلا ہے ، کربلا

جانتی ہے خوب یہ ہر دشمنِ اسلام کو
سب سے واقف ، سب کی صورت آشنا ہے کربلا

دیکھ لو شعب ابو طالبؑ سے تا صلحِ حسنؑ
جلوہ فرما آئینہ در آئینہ ہے کربلا

وہ مدینہ ہو کہ مکہ ہو ، شہیدوں کی قسم
سب میں شامل ہے مگر سب سے جدا ہے کربلا

کہہ گئی لہجہ میں پیغمبرؐ کے اکبرؑ کی اذاں
مرکزِ دورِ نظامِ مصطفاؐ ہے کربلا

ہر عبادت ہوگی اب اس کی شفاعت سے قبول
حشر میں ہم عاصیوں کا آسرا ہے کربلا

صبر ، شکر ، ایثار ، ہمت ، عزم ، قربانی ، وفا
یہ میری لفظیں ہیں ، میرا مدعا ہے کربلا

حرؑ کا جادہ حریت کی راہ کا روشن چراغ
حق کی منزل ، راستی کا راستا ہے کربلا

کلمۂ توحید ، تفسیرِ شہادت ، شرحِ عشق
حرفِ حق ہے ، معنیٔ صبر و رضا ہے کربلا

عزم و صبر و ہمتِ شبیرؑ و زینبؑ کی قسم
فاطمہؑ کی تربیت کا معجزا ہے کربلا

سربلندی دیکھ کے نیزوں پہ کہہ اُٹھے ملک
آدمی کے ارتقا کی انتہا ہے کربلا

آپ کا سجدہ تہِ خنجر یہ کہتا ہے حسینؑ
حشر تک اب سجدہ گاہِ انبیاؑ ہے کربلا

اس زمیں پر اہلِ حق نے دکھ اٹھائے ہیں بہت
سر بسر اک منزلِ کرب و بلا ہے کربلا

شام کے بازار میں ہوں گی مصیبت کی حدیں
ہائے ، زینبؑ کے لیئے تو ابتدا ہے کربلا

جانے والے ، کیوں بھٹکتا ہے دیارِ غیر میں
خلد کی منزل کا سیدھا راستا ہے کربلا

اب کہاں تک کربلا کے شرح و معنی ہوں بیاں
مختصر یہ کیوں نہ کہہ دوں کربلا ہے ، کربلا

عشق کی معراج مل جائے تو کیسے فاصلے
اپنے ہر آنسو میں ساحرؔ دیکھتا ہے کربلا

نہ سمجھے کوئی ہنسی کھیل جنگ اصغرؑ سے
ہنسی ہنسی میں یہ قصہ تمام کرتے ہیں

غیر طرحی سلام

سلام

جزا سلام کی لوں گا شہِ ہدا سے الگ
ملے گا قصرِ بہشتِ بریں خدا سے الگ

صلہ ولا کا ملے گا ہمیں خدا سے الگ
عطائیں ہوں گی درِ اہلِ ہل اتیٰ سے الگ

ملے جو داد نجف سے سلام پہ مجھ کو
تو مرحبا کی صدا آئے کربلا سے الگ

یہ حُبِ آلِ محمدؐ ثبوت ہے اس کا
نہ ہم علیؑ سے جدا ہیں، نہ مصطفاؐ سے الگ

نہیں ہیں رازِ الف لام میم سے واقف
وہ لوگ، رہتے ہیں جو آلِ مصطفاؐ سے الگ

لبوں پہ غیر کے آئے تو کیوں ثنائے حسینؑ
صدائیں رہتی ہیں ہر سازِ بے صدا سے الگ

تھیں امِ سلمہؓ اگرچہ بہت ہی باعظمت
رہیں بحکمِ خدا محفلِ کسا سے الگ

خود اپنے وقتِ ولادت سے تا وفاتِ رسولؐ
علیؑ رہے نہ کسی وقت مصطفاؐ سے الگ

اشاعتِ غمِ شبیرؑ اشک و آہ سے ہے
یہ نخل پھل نہیں سکتا ہے اس فضا سے الگ

ہے اک تسلسلِ تاریخ ہندہؔ تا بہ یزیدؔ
یہ انتہا ہے کب اُس ظلم ابتدا سے الگ

یقیں تھا حُرؑ کو کہ منزل رہی نہیں ممکن
رہے جو قافلۂ حق کے رہ نما سے الگ

بس ایک چند قدم چل کے مل گئی جنت
دہم کو حُرؑ جو ہوا فوجِ اشقیا سے الگ

نہ دوسرا کوئی اس کائنات میں ہے حسینؑ
نہ کربلا ہے کوئی اور کربلا سے الگ

وفائے حضرتِ عباسؑ کی مثال کہاں
وفا یہ اور ہے معیارِ ہر وفا سے الگ

جنھوں نے رحمتِ عالم کا گھر اجاڑ دیا
رہیں گے حشر میں وہ رحمتِ خدا سے الگ

اگرچہ دستِ ستم نے مسل دیئے سب گل
بہار ہو نہ سکی باغِ مصطفاؐ سے الگ

حسینؑ تھے غمِ اکبرؑ کے زخم سے مضطر
کہ دل پہ زخم لگا تیرِ حرملاؔ سے الگ

کہیں بھی دفن ہوں پہنچیں گے جسم و روح وہیں
رہیں گے بعدِ قضا ہم نہ کربلا سے الگ

دعا کے ساتھ جو ساحر دوا ہو خاک شفا
شفا دوا سے ملے گی الگ ، دعا سے الگ

جس کا سر نوکِ سناں پر بھی ہے آگے آگے
اسی قائد نے قیادت کا بھرم رکھا ہے

....

حسینؑ سجدۂ آخر میں اپنا سر رکھ کر
عبودیت کی حدیں سب تمام کرتے ہیں

غیر طرحی سلام

سلام خواں: انجمنِ عابدیہ کاظمیہ، کراچی

سلام

کیئے ہیں فطرت نے نذرِ زہراؑ یہ اشکِ ماتم سجا سجا کے
زمیں پہ شبنم، فلک پہ تارے، صدف میں موتی بنا بنا کے

وہ جن کو بنتِ نبیؐ نے پالا، خود اپنی سیرت میں جن کو ڈھالا
جہاں میں کرتے ہیں وہ اجالا چراغ خوں سے جلا جلا کے

جہاں کو پیغامِ چشمِ تر دو، ہر ایک دامن میں اشک بھر دو
جو دل ہیں پتھر وہ موم کر دو یہ قصۂ غم سنا سنا کے

عزائے شبیرؑ کی خبر دو، نوائے ماتم میں سوز بھر دو
غموں کی یہ آنچ تیز کر دو، ہر اہلِ دل کو رُلا رُلا کے

خدا کے دیں کو سنوارتے ہیں، جہاں کو ٹھوکر پہ مارتے ہیں
حسینؑ حق کو ابھارتے ہیں نقوشِ باطل مٹا مٹا کے

سدا یہ ماتم بپا کریں گے یہ کام تو ہم کیا کریں گے
دلوں کو درد آشنا کریں گے حسینؑ کا غم منا منا کے

جو غم سے دامن بچا رہے ہیں انھیں یہاں ہم بلا رہے ہیں
دلوں کی دوری مٹا رہے ہیں یہ بزمِ ماتم سجا سجا کے

جواں کا غم ہے تو غم نہیں ہے، کمر ہے خم سَر تو خم نہیں ہے
اگر چہ اب شہؑ میں دم نہیں ہے سحر سے لاشے اٹھا اٹھا کے

وہ شیر ہے، رن میں آ رہا ہے، وہ تیر گردن پہ کھا رہا ہے
وہ پھول ہے، مسکرا رہا ہے مگر جہاں کو رُلا رُلا کے

اندھیری تربت میں سوئے اصغرؑ جہاں نہ تکیہ، نہ کوئی بستر
یہاں تڑپتی ہے گھر میں مادر وہ خالی جھولا جھلا جھلا کے

حسینؑ اسلام کا سہارا، علیؑ کا بیٹا، نبیؐ کا پیارا
جسے لعینوں نے رن میں مارا ستا ستا کے، رُلا رُلا کے

کبھی رسن تھی گلے کی مالا، کبھی وہ سر گود کا اجالا
ارے، سکینہؑ کو مار ڈالا ستم گروں نے رُلا رُلا کے

لحد میں پرسش کا ہم کو کیا غم، وہاں تو ساحرؔ یہ ہوگا عالم
ملائکہ کو رُلائیں گے ہم کلام اپنا سنا سنا کے

حشر تک کرتے رہیں گے ماتمِ شبیرؑ ہم
جو قیامت تک نہ جائے گا وہ سودا سر میں ہے

طرحی سلام
سلام خواں: انجمنِ عابدیہ کاظمیہ کراچی

سلام

دولتِ اشک میسّر ہے عزاداروں کو
خلد ملتا ہے اسی مول طلب گاروں کو

گوہرِ اشک نہ ہوں پاس تو جنت کیسی
پہلے قیمت تو میسّر ہو خریداروں کو

اشکِ ماتم کے سفینے ہیں رواں سوئے بہشت
لے کے جائیں گے یہ کوثر پہ عزاداروں کو

اشکِ ماتم کو سمجھتے ہیں عدو انگارے
ہم تو کافور سمجھتے ہیں ان انگاروں کو

اپنے پیروں سے غلامانِ حسینؑ ابنِ علیؑ
روند دیتے ہیں دہکتے ہوئے انگاروں کو

حشر میں آلِ محمدؐ سے شفاعت کے لیئے
مغفرت ڈھونڈتی پھرتی ہے گنہ گاروں کو

پرسشِ حشر سے اللہ کرے گا آزاد
الفتِ آلِ محمدؐ کے گرفتاروں کو

شمرؔ اور ابنِ زیادؔ و عمرِ سعدؔ و یزیدؔ
بڑھ کے آغوش میں دوزخ نے لیا چاروں کو

کربلا آئینۂ فکرِ یزید و شبیرؑ
یہ دکھا دیتی ہے دو طرح کے کرداروں کو

مثلِ انصارِ حسینؑ اور کوئی کیا ہوگا
عرش سے توڑ کے لائے ہیں وہ ان تاروں کو

چھپ گئے خاک میں انصارِ حسینؑ ابنِ علیؑ
اپنی آغوش میں ذروں نے لیا تاروں کو

کہا اصغرؑ کے تبسم نے ، یہ مقتل کیا ہے
یہ تو اک کھیل کا میدان ہے جراروں کو

اس کی ضربت کا اثر کوئی بتائے کیسے
اک تبسم سے رُلا دے جو ستم گاروں کو

کیسے ہوتی ہے علم داریٔ افواجِ خدا
یہ تو عباسؑ بتائیں گے علم داروں کو

کٹ گیا سر تو ہوئی عظمتِ شہؑ اور عیاں
سر کی پروا کبھی ہوتی نہیں سرداروں کو

جس کے ذرّوں میں شہیدوں کا لہو جذب ہوا
اب وہی خاک شفا بن گئی بیماروں کو

کھینچ کر کانوں سے ظالم نے سکینہؑ کے گہر
خوں سے تر کر دیا مظلوم کے رخساروں کو

قید میں زینبؑ و عابدؑ کو نہ سمجھو بے بس
یہ تو خطبوں سے الٹ دیتے ہیں درباروں کو

ذکرِ شبیرؑ کو جنت میں بھی خاتونِ جنانؑ
یاد فرمائیں گی ساحرؔ سے وفاداروں کو

عطائے شاہِ نجف ہو نہ گر سخن ساحرؔ
تو حرف حرف دُرِ شاہوار کون کرے

....

ذکرِ شبیرؑ میں ہو فکرِ سخن
بس یہ اعزاز شاعری کا ہے

غیر طرحی سلام

سلام

جو مدحِ سبطِ رسولؐ انام کرتے ہیں
وہ خود پہ غیر کی مدحت حرام کرتے ہیں

ثنائے آلؑ نبیؐ صبح و شام کرتے ہیں
یہی تو زیست میں ہم ایک کام کرتے ہیں

جو ہم ثنائے شہِ خاص و عام کرتے ہیں
تو جبرئیلؑ بھی ہم کو سلام کرتے ہیں

عزائے شاہؑ میں جو اہتمام کرتے ہیں
وہ فاطمہؑ کو بہت شادکام کرتے ہیں

سلام کرتے ہیں جو نذر ہم شہیدوں کو
وہ ہم سے خلوتِ دل میں کلام کرتے ہیں

وہاں سے ملتی ہے ہم کو سلامتی کی دعا
درِ حسینؑ پہ جب ہم سلام کرتے ہیں

صدا جو دیتے ہیں اس در پہ ہم گدا کی طرح
وہ اپنا خاص کرم ہم پہ عام کرتے ہیں

مکاں اجاڑے گئے جن کے کربلا میں ، وہ لوگ
ہمارے دل کے مکاں میں قیام کرتے ہیں

فراتِ غم سے جو بھرتے ہیں جام آنکھوں کے
ہم ان کے دیدۂ تر کو سلام کرتے ہیں

شرف علیؑ کی غلامی کا ہے انھیں کے لیئے
جو اپنے نفس کو اپنا غلام کرتے ہیں

گہر ہو جن کی نظر میں گہر، خزف ہو خزف
ہم ایسے دیدہ وروں کو سلام کرتے ہیں

علیؑ کو ناز ہے تم سے غلام پر قنبرؓ
ہم اپنے دل کو تمھارا غلام کرتے ہیں

غمِ جہاں سے ہمیں واسطہ نہیں، ہم تو
غمِ حسینِؑ علیہ السلام کرتے ہیں

ہمارا مقصدِ خلقت ہے بس حسینؑ کا غم
اسی میں صبح، اسی غم میں شام کرتے ہیں

ہمیں جو دے گئے انسانیت کا درد حسینؑ
ہم ان کے غم سے وہی درد عام کرتے ہیں

دلوں میں آتشِ عشقِ حسینؑ بھڑکا کر
ہم ان پہ آتشِ دوزخ حرام کرتے ہیں

بلند کرتے ہیں جب ہم صدا حسینؑ حسینؑ
یزیدِؑ وقت کی نیندیں حرام کرتے ہیں

نہ سمجھے کوئی ہنسی کھیل جنگ اصغرؑ سے
ہنسی ہنسی میں یہ قصہ تمام کرتے ہیں

کہا یہ روک کے ناوک کو ہنس کے اصغرؑ نے
علیؑ کے گھر کے تو بچے یہ کام کرتے ہیں

زبانِ تیر سے جو کام کر سکے نہ عدو
زباں کے تیر سے اصغرؑ وہ کام کرتے ہیں

حسینؑ سجدۂ آخر میں اپنا سر رکھ کر
عبودیت کی حدیں سب تمام کرتے ہیں

خدا کے ساتھ ہیں خلوت میں وقتِ عصر حسینؑ
نیاز و ناز کے باہم کلام کرتے ہیں

اثر تو دیکھ ثنائے حسینؑ کا ساحرؔ
لحد میں ہم کو ملک بھی سلام کرتے ہیں

غیر طرحی سلام

سلام خواں: انجمن عابدیہ عظمیہ کراچی

سلام

جب بھی ضو اشکِ غمِ شبیرؑ کی مل جائے گی
زندگی کو روشنی ہی روشنی مل جائے گی

گر مجالِ مدحتِ سبطِ نبیؐ مل جائے گی
فن کو عظمت ، فکر کو پاکیزگی مل جائے گی

جو سخن ور مدحِ سرورؑ کو اٹھائیں گے قلم
ان کو اقلیمِ سخن کی سروری مل جائے گی

کر دیا گر میں نے خود کو وقفِ ذکرِ کربلا
میرے فکر و فن کو بھی قدآوری مل جائے گی

جب ڈبو کر آنسوؤں میں نامِ شہؑ لکھوں گا میں
روشنائی سے قلم کو روشنی مل جائے گی

ساغرِ حبِ علیؑ میں حل کرو اشکِ عزا
عشق کی لذت کو غم کی چاشنی مل جائے گی

میں تمنائے غلامی میں چلا سوئے نجف
یا گدائی پاؤں گا یا قنبری مل جائے گی

مل گئی گر جونؓ و قنبرؓ سے غلامی کی سند
ہم فقیروں کو بھی شانِ خسروی مل جائے گی

آیئے بزمِ عزا میں سوگواروں کی طرح
آنکھ کی زینت کو اشکوں کی لڑی مل جائے گی

دکھ بھری دنیا لگالے دل سے غمِ شبیرؑ کا
ایک اس غم کے صلہ میں ہر خوشی مل جائے گی

تیرگیٔ ظلم میں بھی ٹھیک ہے سمتِ سفر
حُرؑ کچھ اور آگے بڑھے گا روشنی مل جائے گی

حُرؑ چلا سوئے حسینؑ ، اب فکرِ جنت کیا اسے
یہ تو وہ شے ہے جو قدموں میں پڑی مل جائے گی

ہو نہیں سکتا اندھیرا ، شہؑ بجھا بھی دیں اگر
ان چراغوں کو وفا کی روشنی مل جائے گی

لاکھ گزریں خانۂ زہراؑ سے غم کی آندھیاں
اک نہ اک شمعِ وفا جلتی ہوئی مل جائے گی

اپنا سر عباسؑ کے قدموں پہ رکھ دے گی فرات
نہر سے پیاسے کو دادِ تشنگی مل جائے گی

کہہ رہی تھی حرملہؔ سے یہ ہنسی بے شیر کی
تجھ کو موت آئے گی ، مجھ کو زندگی مل جائے گی

حرملہؔ ناوک چلاتا کیوں اگر وہ جانتا
اک تبسم کو حیاتِ دائمی مل جائے گی

قبر میں آئیں گے مولاؑ نور سامانی کے ساتھ
اس اندھیرے میں بھی ہم کو روشنی مل جائے گی

ذکرِ شہؑ کرتا ہوا ساحرؔ چل اب سوئے عدم
تجھ کو آسانی سے منزل خلد کی مل جائے گی

قطعہ

مثال ضربِ خندق کربلا کا کام زندہ ہے
نبیؐ کا نام روشن ہے، خدا کا نام زندہ ہے
وہاں حیدرؑ کی ضربت اور یہاں شبیرؑ کا سجدہ
انھیں دو قوتوں سے آج تک اسلام زندہ ہے

غیر طرحی سلام

سلام

آج کیوں بپھرا ہوا ہے دیدۂ تر کا مزاج
کس طرح قابو میں آئے اس سمندر کا مزاج

بے نیازِ دہر ہے خدامِ حیدرؑ کا مزاج
بادشاہی چھوڑ دیں ، پائیں جو قنبرؓ کا مزاج

ٹھوکروں میں تاجِ شاہی ، سر پہ دستارِ ولا
ہاں ، کچھ ایسا ہی ہے بےخوارانِ کوثر کا مزاج

وقف کر دے زندگی جو بہرِ ذکرِ کربلا
پھر تو ملتا ہی نہیں ایسے سخن ور کا مزاج

غم کو اک نشہ بنا دیتے ہیں یہ میرے لیئے
اشک کے قطروں میں بھی ہے موجِ کوثر کا مزاج

تھا علومِ آلِ پیغمبرؐ کا سرچشمہ کبھی
اب تو دنیا نے بدل ڈالا ہے منبر کا مزاج

جرم سے بڑھ کر سزا دیتی نہیں دشمن کو یہ
کس قدر ہے عدل پرور تیغِ حیدرؑ کا مزاج

آمدِ حیدرؑ کو سن کر لرزہ براندام ہیں
آج کچھ اچھا نہیں اربابِ خیبر کا مزاج

اُڑ گئے ہیں ہوش اس کے سنتے ہی حیدرؑ کا نام
اب ذرا پوچھے کوئی مرحب سے خود سر کا مزاج

خواہ وہ حلمِ حسنؑ ہو یا ہو وہ صبرِ حسینؑ
وہ بھی خوئے مصطفیٰؐ ، یہ بھی پیمبرؐ کا مزاج

صلح کا موقع تو صلح اور جنگ کا موقع تو جنگ
جو محمدؐ کا وہی شبیرؑ و شبرؑ کا مزاج

چاہتوں کو ان کی الفت کا تقاضا کہہ دیا
آج تک سمجھی نہ یہ دنیا پیمبرؐ کا مزاج

جس کو دیکھو وہ حسینی عزم کی تصویر ہے
ڈھل گیا ہے ایک سانچے میں بہترؑ کا مزاج

جب ہٹائے ہوں گے خیمے نہر سے عباسؑ نے
کس قدر برہم ہوا ہوگا غضنفر کا مزاج

دھوپ کی شدت میں مرجھانے کے بدلے کھل اٹھے
اس طرح کا تو نہیں ہوتا گلِ تر کا مزاج

اپنے قاتل کی طرف بھی مسکرا کر دیکھنا
اللہ اللہ ، کتنا شائستہ ہے اصغرؑ کا مزاج

مسکراہٹ دیکھ کر اصغرؑ کی روئے سنگ دل
یوں بدل دیتے ہیں آئینے بھی پتھر کا مزاج

کربلا میں تھا نہ یثرب کی ہوا کا بھی گزر
کس سے مولاؑ پوچھتے بیمار دختر کا مزاج

خالی جھولا کیوں جھلاتی ہیں ہوائیں دشت کی
کیا بہل جائے گا یوں بانوئے مضطر کا مزاج

کس قدر سوکھی ہوئی تھیں حلقِ سروڑ کی رگیں
ورنہ یوں رک رک کے چلتا کب ہے خنجر کا مزاج

اے خدا، مولاؑ کے صدقہ میں ہو ساحر کو عطا
حرؑ کی قسمت، جونؓ کی سیرت، ابوذرؓ کا مزاج

ساغرِ حُبِ علیؑ میں حل کرو اشکِ عزا
روشنائی سے قلم کو روشنی مل جائے گی

....

اپنا سر عباسؑ کے قدموں پہ رکھ دے گی فرات
نہر سے پیاسے کو دادِ تشنگی مل جائے گی

غیر طرحی سلام

سلام

غمِ حسینؑ کو بے اعتبار کون کرے　　ملوکیت کی ادا اختیار کون کرے

زمانہ اب ہے خودی اور خود پرستی کا　　تو قدرِ عاجزی و انکسار کون کرے

نہ ہو جو بہرِ ثنائے علیؑ و ذکرِ حسینؑ　　تو شاعری پہ بھلا افتخار کون کرے

میں سوچتا ہوں زمانہ حسینؑ کا نہ ہوا　　تو پھر زمانہ کا اب اعتبار کون کرے

علیؑ جو دے چکے دنیا کو تین بار طلاق　　تو اس حسینہ پہ دل کو نثار کون کرے

صدائے نوحہ و ماتم بلند ہو نہ اگر　　یزیدیت سے ہمیں ہوشیار کون کرے

کریں نہ ماتمِ شہؑ ہم تو ظالموں کے خلاف　　اس احتجاج کو اپنا شعار کون کرے

خدا نہ چاہے جو قربانئ حسینؑ کی یاد　　تو آنسوؤں سے اِسے یادگار کون کرے

نہ ہو جو مرضئ حق سے بقائے ذکرِ حسینؑ　　تو ایک بات بیاں بار بار کون کرے

غمِ حسینؑ سے کیوں ہاتھ کھینچ لے کوئی　　یہ ظلم اپنے لیئے اختیار کون کرے

نہ کیوں بہائیں غمِ شہؑ میں آنکھ سے آنسو　　نظر کو فاطمہؑ سے شرمسار کون کرے

تھیں زیرِ تیغ حسینؑ و خدا میں کیا باتیں　　یہ رازِ قدرتِ حق آشکار کون کرے

اگر حسینؑ مقابل نہ ظلم کے آئیں　　رگِ گلو کو بھی خنجر کی دھار کون کرے

بجز حسینؑ اکیلے اٹھائے لاشِ جواں　　یہ جبر دل پہ بھلا اختیار کون کرے

نہ مسکرائے اگر تیرِ ظلم کھا کے صغیر　　تو کم سنی کو بھی کوہِ وقار کون کرے

سوائے اصغرِ بے شیر کے برائے جہاد　　زبانِ خشک کو بھی ذوالفقار کون کرے

خود اپنے خون سے مثلِ حسینؑ ابنِ علیؑ　　بنائے دینِ خدا استوار کون کرے

ہیں دو ہزار سے کچھ کم تنِ حسینؑ پہ زخم　　جو دل پہ زخم ہیں ان کو شمار کون کرے

عطائے شاہِ نجف ہو نہ گر سخن ساحرؔ
تو حرف حرف دُرِ شاہوار کون کرے

طرحی سلام

سلام خواں: انجمنِ عابدیہ کاظمیہ کراچی

سلام

رہتی دنیا تک رہے گا تذکرہ عباسؑ کا
حشر تک ماتم کرے گی اب وفا عباسؑ کا

کربلا میں دیکھ کر رنگِ وفا عباسؑ کا
ہر وفا کردار نے کلمہ پڑھا عباسؑ کا

اذنِ جنگ ان کو نہ دینا تھا ، نہ آقا نے دیا
رہ گیا گھُٹ کے دل میں حوصلا عباسؑ کا

اب تو عباسؑ و وفا دو لفظ ہیں ، مطلب ہے ایک
ہے وفا کا نام عباسؑ اور وفا عباسؑ کا

نصرتِ شبیرؑ کی فکر اُن کو تھی ، حسرت اِنھیں
جو دعائے فاطمہؑ وہ مدعا عباسؑ کا

کی علمداری کچھ ایسی شان سے عاشور کو
بس اسی دن سے علم بھی ہو گیا عباسؑ کا

تشنہ کامی سے سکینہؑ کی عجب یہ ربط تھا
مشک پر ناوک لگا ، خوں بہہ گیا عباسؑ کا

کیا تعجب ہے ابو طالبؑ اگر جنت میں خود
جھوم اٹھے ہوں دیکھ کر رنگِ وفا عباسؑ کا

کعبۂ دل میں بسا عشق آپ کا مثلِ علیؑ
لو، خدا کا گھر بھی اب گھر ہو گیا عباسؑ کا

کس غضب کی تشنگی میں نہر پر پیاسے رہے
اس وفا کو کیوں نہ کہیۓ معجزا عباسؑ کا

کب تھا یہ ممکن کہ اِن سے پہلے اُس پر آنچ آۓ
مشک کے پانی سے پہلے خوں بہا عباسؑ کا

توڑ کر لشکر کی ہر صف نہر پر قبضہ کیا
روک سکتا تھا کوئی کب راستا عباسؑ کا

جب لگا تیر اُس پہ ان کے ہاتھ کٹ جانے کے بعد
مشک سے پانی کے بدلے خوں بہا عباسؑ کا

جب کہیں پر چھڑ گیا عشق و وفا کا تذکرہ
نام لب پر آ گیا بے ساختا عباسؑ کا

روبرو ان کے بلاۓ جائیں گے جب حشر میں
کس طرح ظالم کریں گے سامنا عباسؑ کا

لاکھ ان کو نذر کیجے مرثیے، نوحے، سلام
کون کر سکتا ہے ساحرؔ حق ادا عباسؑ کا

طرحی سلام

سلام خواں: انجمن عابدیہ کاظمیہ، کراچی

سلام

غم سے جو کیف زندگی کا ہے
یہ تو صدقہ حسینؑ ہی کا ہے

زندگی میں حسینؑ کے غم سے
ایک احساس تازگی کا ہے

وہ ہے اس غم میں تازگی جیسے
سانحہ یہ ابھی ابھی کا ہے

ظلم اب کیا چھپا سکے گا کوئی
دور یہ علم و آگہی کا ہے

جس کے دل میں غمِ حسینؑ نہیں
آدمی بس وہ نام ہی کا ہے

ظلم کے بے کراں اندھیروں میں
کربلا نام روشنی کا ہے

ماتمِ شہ میں جان کا جانا
اک نیا موڑ زندگی کا ہے

کیوں نہ باطل ہو سرنگوں آخر
حق سے دعویٰ جو ہمسری کا ہے

اقتدار اب یزیدیت کا نہیں
اب زمانہ حسینؑ ہی کا ہے

بغض یہ اک حسینؑ ہی سے نہیں
مسئلہ حق سے دشمنی کا ہے

ہے جو شبیرؑ کا ہم اس کے ہیں
بس یہ پیمانہ دوستی کا ہے

حُرؑ چلے جس پہ صبحِ عاشورہ
راستہ بس وہ حق رسی کا ہے

عام کرتے رہیں پیامِ حسینؑ
اب تو مقصد یہ زندگی کا ہے

یا حسینؑ اب بچایئے دیں کو
اب تو یہ کام آپ ہی کا ہے

ڈوبتے دین کو بچا لینا
کام یہ تو پیمبری کا ہے

راہِ حق میں شہید ہو جانا
بس یہ مفہوم زندگی کا ہے

زیرِ خنجر حسینؑ کا سجدہ
اب یہ معیار بندگی کا ہے

قبرِ اصغرؑ بنا رہے ہیں حسینؑ
ہائے کیا وقت بے کسی کا ہے

لب پہ اصغرؑ کے یہ ہنسی تو نہیں
موت پر وار زندگی کا ہے

دل سے بیٹے کے کھینچ لے جو سناں
یہ کلیجا حسینؑ ہی کا ہے

ذکرِ شبیرؑ میں ہو فکرِ سخن
بس یہ اعزاز شاعری کا ہے

ذکرِ شاہِؑ ہدا سے اے ساحرؔ
تاج سر پر سخن وری کا ہے

رباعی

(چھوٹی بچیوں کے پڑھنے کے لیئے)

اس عمر میں قسمت یہ کہاں لائی ہے
چھوٹی ہوں مگر بات بڑی پائی ہے
کہتے ہیں بڑے بھی کہ ادب سے بیٹھو
منبر پہ سکینہؑ کی کنیز آئی ہے

طرحی سلام

سلام خواں: انجمنِ عابدیہ قمیہ کراچی

سلام

عزمِ شہؑ نے ظالموں کے دل ہلا کر رکھ دیئے
ٹھوکروں سے طنطنے ان کے مٹا کر رکھ دیئے

جن کی ضو سے ساری دنیا میں اجالا ہوگیا
ہم نے پلکوں پر چراغ ایسے جلا کر رکھ دیئے

جن میں چہرے ظالموں کے صاف آتے ہیں نظر
ہم نے اشکوں کے وہ آئینے سجا کر رکھ دیئے

آنسوؤں کے تعزیوں کے ساتھ آہوں کے علم
ہم نے دل کی بارگاہوں میں سجا کر رکھ دیئے

کوئی آندھی اب بجھا سکتی نہیں غم کے چراغ
دل کے ہر گوشے میں ہم نے یوں جلا کر رکھ دیئے

یوں بھلا بیٹھے مسلماں مصطفیٰؐ کی آلؑ کو
جس طرح قرآن طاقوں پر اٹھا کر رکھ دیئے

ظالموں نے جو ہمارے دامنوں میں بھر دیئے
آنسوؤں نے سب وہ انگارے بجھا کر رکھ دیئے

لے کے آئے سر ہتھیلی پر جو انصارِ حسینؑ
شاہؑ کے قدموں میں اپنے دل بھی لا کر رکھ دیئے

کربلا سے آج تک اک اک یزیدِ وقت نے
جو بھی آثار نبوت تھے مٹا کر رکھ دیئے

حُرؑ سے پوچھو وارثِ کوثر کی وہ دریادلی
پیاس کے صحرا میں بھی دریا بہا کر رکھ دیئے

تیز تھی اتنی ہوائے دامنِ تیغِ حسینؑ
شام کے سارے چراغ اس نے بجھا کر رکھ دیئے

زینبؑ مظلوم کے خطبوں کے اک اک لفظ نے
قصر و ایوانِ حکومت سب ہلا کر رکھ دیئے

دیکھ کر عباسؑ کو دریا میں اک اک موج نے
شوقِ پا بوسی میں سر قدموں پہ لا کر رکھ دیئے

شامیوں نے یوں کیا اجرِ رسالت کو ادا
مصطفیٰؐ کی آلؑ کے خیمے جلا کر رکھ دیئے

لکھ گئے تاریخ اپنے خوں سے انصارِ حسینؑ
یوں گلے تیغوں کے نیچے مسکرا کر رکھ دیئے

ہو گیا جب قتل سقائے سکینہؑ نہر پر
پیاس سے بچوں نے کوزے بھی اٹھا کر رکھ دیئے

دیکھیئے پتھردلوں پر پھول سے اصغرؑ کا وار
اک ہنسی نے ظالموں کے دل ہلا کر رکھ دیئے

شامیوں نے خلق و ایثار و وفا ، رحم و کرم
سب شرف انساں کے مٹی میں ملا کر رکھ دیئے

پیاس کی شدت سے بچوں کو تڑپتا دیکھ کر
ظالموں نے دور سے ساغر دکھا کر رکھ دیئے

زیرِ خنجر شکر کے سجدے میں اپنے خون سے
شہؑ نے تیغِ ظلم کے تیور بجھا کر رکھ دیئے

یوں حرم کو شامیوں نے بے سر و ساماں کیا
چادریں تک لوٹ لیں ، خیمے جلا کر رکھ دیئے

برسرِ قرطاس ساحرؔ بہرِ نذرِ شاہؑ دیں
ہم نے فکر و فن کے گل بوٹے سجا کر رکھ دیئے

رباعی

(بچوں کے پڑھنے کے لیے)

خالق نے کرم مجھ پہ یہ فرمایا ہے
چھوٹا ہوں مگر نام بڑا پایا ہے
منبر پہ ادب سے یہ میں دیتا ہوں صدا
مولاؑ ، علی اصغرؑ کا غلام آیا ہے

طرحی سلام

سلام خواں: انجمنِ عابدیہ کاظمیہ کراچی

سلام

پانی اعداء سے کہیں اہلِ وفا مانگتے ہیں
یہ وہ پیاسے ہیں جو بس آبِ بقا مانگتے ہیں

سوزِ غم ، شوقِ فغاں ، ذوقِ عزا مانگتے ہیں
ہم کب اللہ سے کچھ اِس کے سوا مانگتے ہیں

کچھ بھی دنیا سے نہیں ہم بخدا مانگتے ہیں
صرف آزادیٔ ذکرِ شہداؑ مانگتے ہیں

لوگ کیا کیا درِ مولاؑ پہ دعا مانگتے ہیں
ہم تو بس اک نگہِ لطف و عطا مانگتے ہیں

کیا وہ قربیٰ کی مودّت کے سوا مانگتے ہیں
بس یہی اجر تو محبوبِؐ خدا مانگتے ہیں

ہم خراجِ غمِ شبیرؑ ادا کیوں نہ کریں
بس یہی اجر رسولؐ دوسرا مانگتے ہیں

ان سے کہہ دو غمِ شبیرؑ ہے ہر غم کا علاج
تم سے جو بھی غمِ دنیا کی دوا مانگتے ہیں

بن کے سورج رہِ جنت کو جو چمکاتا ہے
چشمِ تر ، ہم تو وہ ننھا سا دیا مانگتے ہیں

دین اللہ نے دیا جن کے وسیلے سے ہمیں
ہم بھی بس ان کے وسیلے سے دعا مانگتے ہیں

ہم بھی آواز لگاتے ہیں اسی ڈیوڑھی پر
خود فرشتے بھی جہاں بن کے گدا مانگتے ہیں

دامنِ گل سے جو لپٹے ہوئے دیکھا ہے انھیں
لوگ کانٹوں سے بھی خوشبوئے وفا مانگتے ہیں

کہہ دو وہ سامنے ہے خیمۂ فرزندِ نبیؐ
حُرؑ جو اللہ سے جنت کا پتا مانگتے ہیں

جس کے غم میں ہو بس اک اشکِ جناں کی قیمت
اس سے کیا لوگ وفاؤں کا صلا مانگتے ہیں

کب طلب کرتے ہیں وہ سبطِ نبیؐ سے بیعت
بیعت اسلام سے یہ اہلِ جفا مانگتے ہیں

کھلبلی مچ گئی فوجوں میں خبر یہ سن کر
اب تو عباسِؑ علیؑ اذنِ وغا مانگتے ہیں

یہ تو اظہارِ شجاعت ہے فقط اے زینبؑ
کب یہ بچے علمِ فوجِ خدا مانگتے ہیں

کس قدر شوق ہے مرنے کا علی اکبرؑ کو
لوگ اس عمر میں جینے کی دعا مانگتے ہیں

تیر بن کر دلِ اعدا کو جو چھلنی کر دے
حق سے اصغرؑ وہ تبسم کی ادا مانگتے ہیں

دیکھ کر ماہِ حسنؑ کو ہیں لعیں کیوں گم صم
چاند دیکھیں تو مسلمان دعا مانگتے ہیں

دیکھ کر ازرقِؑ شامی کو مقابل ان کے
فتحِ قاسمؑ کی دعا شاہِ ہدا مانگتے ہیں

نذر کرتا ہے ہر اک زخم لہو کی سرخی
ہاتھ نوشاہ کے جو رنگِ حنا مانگتے ہیں

شہؑ تو جیتے ہیں فقط دیکھ کے اکبرؑ کا جمال
اور اکبرؑ ہیں کہ مرنے کی رضا مانگتے ہیں

الفتِ شہؑ کا صلہ خلد ہے ساحرؔ لیکن
چاہنے والے کب الفت کا صلا مانگتے ہیں

یا خدا ، مولاؑ کے صدقہ میں ہو ساحرؔ کو عطا
حرؑ کی قسمت ، جونؓ کی سیرت ، ابوذرؓ کا مزاج

غیر طرحی سلام

سلام خواں: انجمن عابدیہ فاطمیہ کراچی

سلام

حُبِ حیدرؑ کی سپر دی ، عشق کی تلوار دی
شکر مولاؑ کا ، ہمیں کیا قسمتِ بیدار دی

شانِ حیدرؑ دیکھ کر بیٹی نبیؐ نے دی انھیں
دست و بازو دیکھ کر حق نے انھیں تلوار دی

شاہِ والاؑ کی غلامی نے دیا کیا کیا ہمیں
دولتِ ایماں عطا کی ، عظمتِ کردار دی

الفتِ آلِ نبیؐ ہے کامیابی کی سند
جس نے ان کا ساتھ چھوڑا اس نے بازی ہار دی

جس نے پیچھا دشمنِ دیں کا نہ چھوڑا آج تک
ذوالفقارِ حیدری کو حق نے وہ جھنکار دی

کون پا سکتا ہے معیارِ وفا عباسؑ کا
تین دن کی پیاس میں دریا کو ٹھوکر مار دی

کیوں نہ وہ اسلام پر بیٹوں کو بھی کر دے فدا
جس کی ماں نے دینِ حق پر ساری دولت وار دی

باپ نے زینبؑ کو بخشی قوتِ عزم و عمل
فاطمہؑ کی تربیت نے جرأتِ گفتار دی

انبیاؑ کیوں رو رہے ہیں کربلا میں ظالمو
کیا رسولؐ اللہ کے سینہ پہ برچھی مار دی

تیر کھا کر ہنس دیے اصغرؑ تو ظالم رو دیے
ظلم نے اس انتہا تک آ کے ہمت ہار دی

لے رہا تھا جس میں انگڑائی پیمبرؐ کا شباب
ہائے ، کس ظالم نے اس سینہ پہ برچھی مار دی

دید کے قابل ہے اس منزل میں بھی صبرِ حسینؑ
جس جگہ ایوبؑ سے صابر نے ہمت ہار دی

غم ، ضعیفی ، پیاس ، تنہائی ، مصائب اور حسینؑ
حق نے اس پر بھی انھیں کیا ہمتِ پیکار دی

کیوں نہ ساحرؔ اپنی قسمت پر کروں شکرِ خدا
مجھ کو جیسا دل دیا ویسی مجھے سرکار دی

طرحی سلام

سلام خواں: انجمن عابدیہ عظمیہ کراچی

سلام

اہلِ دنیا اس جہاں کا عیش و عشرت اور ہے
اور سبطِ مصطفیٰؐ کے غم کی لذت اور ہے

دار پر میثمؓ صفت حق کی حمایت اور ہے
مال کی لالچ میں باطل کی وکالت اور ہے

الفتِ آلؑ اس کو ہے درکار ، مال و زر نہیں
اجرِ محنت اور ہے ، اجرِ رسالت اور ہے

کوئی رتبہ میں نبیؐ کی آلؑ سے بڑھ کر نہیں
ان کی قربت اور ہے ، ان سے قرابت اور ہے

مال و زر سے جو ملے عزت وہ ٹھکراتے ہیں ہم
جو ہے مولاؑ کی غلامی میں وہ عظمت اور ہے

الفتِ ختمِ رسلؐ ، حبِ علیؑ ، عشقِ حسینؑ
ان سے بڑھ کر کیا کوئی دنیا میں نعمت اور ہے؟

کھل اٹھے ہیں اپنے چہرے سن کے پیہم یا علیؑ
کفر کے اترے ہوئے چہروں کی رنگت اور ہے

اور ہیں پیہم یہ سجدے مسجد و محراب میں
زیرِ خنجر سجدۂ حق ، یہ عبادت اور ہے

اِن میں شانِ مصطفائیؐ ، وہ غلاموں کے غلام
اہلِ بیتِ مصطفیؐ ہیں اور ، امت اور ہے

ہاتھ اُس کا تنگ ہے ، اِن کی عطائیں بے کراں
لطفِ شاہی اور ، مولاؑ کی عنایت اور ہے

کیا تقابل فاتحِ خیبر سے اوروں کا بھلا
پوچھ لو جبرئیلؑ سے حیدرؑ کی ضربت اور ہے

روز و شب نوحے ، قصیدے ، مرثیے کہتا ہوں میں
میری اِس خدمت سے اچھی کوئی خدمت اور ہے؟

شکر خالق کا ، ہم اِس نعمت سے کب محروم ہیں
دل میں ہونا چاہیئے مولاؑ کی الفت ، اور ہے

ہو فقط نعتِ نبیؐ ، مدحِ علیؑ ، ذکرِ حسینؑ
یا خدا ، اس زندگی کی جتنی مدت اور ہے

خود نبیؐ روئے غمِ شہؑ میں ، جبھی روتے ہیں ہم
پیروئ مصطفیؐ ہے اور ، بدعت اور ہے

کیوں تڑپ اٹھے نہ غم سے ، دل ہے یہ ، پتھر نہیں
دل کی فطرت اور ہے ، پتھر کی فطرت اور ہے

ان کو بے قیمت کوئی کہتا ہے تو کہتا رہے
پیشِ زہراؑ میرے اِن اشکوں کی قیمت اور ہے

اہلِ محشر پوچھتے ہیں مجھ سے یہ پھیلا کے ہاتھ
کیا تیرے دامن میں اشکِ غم کی دولت اور ہے؟

ہو جسے درکار وہ نامِ علیؑ پر مانگ لے
میرے دامن میں ابھی جنت کی قیمت اور ہے

حُرؑ سپاہ شام کے ہمراہ آیا ہے ضرور
اس کی قسمت میں مگر حق کی مشیت اور ہے

وہ کہاں اور ظالمانِ شام کی خدمت کہاں
حُرؑ کی قسمت یہ نہیں ہے، حُرؑ کی قسمت اور ہے

اِن کا تکیہ شہؑ کا زانو ، اُن کا نعلینِ علیؑ
حُرؑ کی عظمت اور ، قنبرؓ کی سعادت اور ہے

ہو گیا ہے شامل اس کے خون میں خونِ حسینؑ
کیا ہوا گر جونؓ کے چہرے کی رنگت اور ہے

جلد جانا ہے ہر اک ظالم کو دوزخ میں ، مگر
بس یہی دو چار دن کی ان کو مہلت اور ہے

جو قیامت کربلا میں ہو گئی عاشور کو
اب کوئی اس سے بھی بڑھ کر کیا قیامت اور ہے؟

ہاتھ جب اسلام نے پھیلائے سر بھی دے دیا
دیکھ اے حاتم ، یہ اندازِ سخاوت اور ہے

بعدِ اکبرؑ لائیں گے اصغرؑ کو مقتل میں حسینؑ
اے ستم گارو ، ابھی اس دل میں ہمت اور ہے

اب کہاں وہ پیار ، اصغرؑ اور کہاں وہ لوریاں
گود ماں کی اور تھی ، آغوشِ تربت اور ہے

قتلِ شہؑ کے بعد اب ہوں گے اسیر اہلِ حرم
ہر قیامت ہو چکی ، اک یہ قیامت اور ہے

آپ کے لطف و کرم سے حج تو ساحر نے کیا
میرے مولاؑ ، اب تمنائے زیارت اور ہے

نہ کیوں آئیں علیؑ میری مدد کو قبر میں ساحر
مجھے مشکل میں کیوں چھوڑیں مرے مشکل کشا ہو کر

نوحہ خواں: جناب صادق حسین عرف جمن صاحب مرحوم
انجمن عابدیہ کاظمیہ کراچی

سلام

چلو حق کی طرف حق سے پیمبرؐ کے ادا ہو کر
مسلمانو ، مدینے جاؤ لیکن کربلا ہو کر

یہ بندہ اور ہی کچھ ہو گیا شہؑ پر فدا ہو کر
گیا وہ دیکھیے حُرؑ سوئے جنت کیا سے کیا ہو کر

کھرا کھوٹا پرکھنا ہو تو بس ذکرِ علیؑ چھیڑو
دلوں کا حال کہہ دیتے ہیں چہرے آئینا ہو کر

کوئی اس کے سوا کیوں جانشینِ مصطفیؐ ٹھہرے
جو فرشِ مصطفیؐ پر سوئے بالکل مصطفاؐ ہو کر

علیؑ کے واسطے ڈوبا ہوا سورج پلٹتا ہے
فضیلت اور پاتی ہے نماز ان کی قضا ہو کر

جبیں جن کی درِ آلِ محمدؐ پر نہیں جھکتی
وہ پھرتے ہیں جہاں میں دربدر ، بے آسرا ہو کر

ہمارے جادہ و منزل نہ مبہم ہیں ، نہ پوشیدہ
گیا ہے راستہ جنت کو سیدھا کربلا ہو کر

ہمارا کام ہی ہے ماتمِ شبیرؑ میں رونا
کہ ہم آئے ہیں اس دنیا میں زہراؑ کی دعا ہو کر

علم عباسؑ نے کاندھے پہ رکھا ، ہاتھ قبضہ پہ
چلے میداں کو تصویرِ جلالِ مرتضیٰؑ ہو کر

پکار اٹھی یہ قسمت دیکھ کر اصغرؑ کو میداں میں
نشانہ تیر کا ہوگا یہ بچہ بے خطا ہو کر

سکینہؑ کہتی تھیں ، دریا سے عمو کیوں نہیں آتے؟
کوئی گھر چھوڑ دیتا ہے بھتیجی سے خفا ہو کر؟

سکینہؑ کی لحد پر کہتی تھیں رو رو کے یہ بانوؑ
اٹھو بی بی چلو ، جاتے ہیں اب قیدی رہا ہو کر

حسینؑ ابنِ علیؑ تربت سے استقبال کو اٹھیں
نبیؐ کی بیٹیاں آتی ہیں زنداں سے رہا ہو کر

نہ دیکھی جائے گی بے پردگی آلِؑ محمدؐ کی
غبارِ دشت چھا جائے گا زینبؑ کی ردا ہو کر

قسیمِ خلد بھی ہیں بزم میں خاتونِ جنتؑ بھی
میرا گھر رشکِ جنت ہو گیا ماتم سرا ہو کر

نہ کیوں آئیں علیؑ میری مدد کو قبر میں ساحرؔ
مجھے مشکل میں کیوں چھوڑیں مرے مشکل کشا ہو کر

سلام خواں: جناب صادق حسین عرف جمن صاحب مرحوم
انجمنِ عابدیہ کاظمیہ کراچی

سلام

ثبوتِ امرِ مودّت غمِ حسینؑ سے ہے
ادائے اجرِ رسالت غمِ حسینؑ سے ہے

یہی ہے پیشِ نظر دوستی کا پیمانہ
ہماری آپ کی الفت غمِ حسینؑ سے ہے

بصد خلوص اُسے ہم گلے لگاتے ہیں
جسے بھی عقیدت غمِ حسینؑ سے ہے

جہاں میں جو بھی ہے مظلوم اس کے ساتھ ہیں ہم
نگاہ و دل میں یہ وسعت غمِ حسینؑ سے ہے

ابھارتا ہے یہ غم جذبۂ فداکاری
دلوں میں شوقِ شہادت غمِ حسینؑ سے ہے

زمانہ ہم سے نگاہیں ملا نہیں سکتا
یہ دبدبہ، یہ جلالت غمِ حسینؑ سے ہے

عدو جو آئیں مقابل تو ایک جان ہیں ہم
یہ اتحاد، یہ قوت غمِ حسینؑ سے ہے

خوشی پسند ہے سب کو، ہمیں پسند ہے غم
دلوں میں درد کی لذت غمِ حسینؑ سے ہے

بہت عزیز نبیؐ کو تھا غم نواسے کا
جبھی تو ہم کو محبت غمِ حسینؑ سے ہے

نہیں نہیں وہ شریکِ غمِ رسولؐ نہیں
جسے بھی عداوت غمِ حسینؑ سے ہے

نماز و روزہ و حج و زکوٰۃ سب بےکار
اگر دلوں میں کدورت غمِ حسینؑ سے ہے

ہماری بزم میں زہراؑ بھی ہیں ، محمدؐ بھی
ہماری بزم کی زینت غمِ حسینؑ سے ہے

یہ غم نہ ہو تو ابھی دین مٹ کے رہ جائے
رسولؐ حق کی شریعت غمِ حسینؑ سے ہے

بتا رہی ہے تلاوت یہ نوکِ نیزہ پر
کلامِ حق کی اشاعت غمِ حسینؑ سے ہے

رسولؐ روتے ہیں ، زہراؑ نے بال کھولے ہیں
جہاں میں آج قیامت غمِ حسینؑ سے ہے

طمانچے مار کے بچی کو چپ کراتے ہیں
یہ شامیوں کو عداوت غمِ حسینؑ سے ہے

ہمیں زمانہ بھلا کیا ستائے گا ساحرؔ
یہاں کہاں ہمیں فرصت غمِ حسینؑ سے ہے

غیر طرحی سلام

سلام خواں: انجمن عابدیہ کاظمیہ کراچی

سلام

کربلا اس زمیں پہ جنت ہے
یہ حسینؑ آپ کی عنایت ہے

اک تجلّی ، ہہتّر آئینے
کیسی وحدت ہے ، کیسی کثرت ہے

آج دنیا میں یہ صدائے اذاں
صبحِ عاشور کی بدولت ہے

کربلا کی مثال لائے کوئی
ساری دنیا کو عام دعوت ہے

جھکنے دیں گے کبھی نہ ہم یہ علم
یہ تو عباسؑ کی امانت ہے

کیا کریں جوشِ جنگ کو عباسؑ
صرف سقائی کی اجازت ہے

جب سے پھینکا ہے ہاتھ سے پانی
ان کی دریا دلی کی شہرت ہے

دے دیئے سر بھی راہِ مولاؑ میں
اس سے بڑھ کر کوئی سخاوت ہے؟

شہ اٹھاتے ہیں لاشۂ اکبرؑ
یا علیؑ، آپ کی ضرورت ہے

زیرِ خنجر حسینؑ کا سجدہ
حق کی سب سے بڑی شہادت ہے

مسکرایا تھا تیر کھا کے صغیرؑ
یہ فسانہ نہیں حقیقت ہے

حق ادا ہو سکا نہ ماتم کا
میرے مولا بڑی ندامت ہے

دولتِ اشک و دامنِ ساحرؔ
ذوقِ غم یہ تری بدولت ہے

نہ ہو جو بہرِ ثنائے علیؑ و ذکرِ حسینؑ
تو شاعری پہ بھلا افتخار کون کرے

غیر طرحی سلام

سلام

میری نگاہِ شوق میں شام و سحر حسینؑ ہے
حدِ نظر ہے کربلا ، مدِ نظر حسینؑ ہے

میری سماعتوں میں ہے گونج اُسی کے نام کی
میری بصارتوں میں بھی آٹھوں پہر حسینؑ ہے

جس کی گھنیری چھاؤں ہے سایۂ قامتِ رسولؐ
گلشنِ ہست و بود میں ایسا شجر حسینؑ ہے

باغِ نبیؐ میں جو کھلا ایسا گلاب ہے حسینؑ
شاخِ سناں پہ جو لگا ، ایسا ثمر حسینؑ ہے

نورِ خدائے لم یزل ، چشمِ رسولؐ حق نگر
اور اسی رسولؐ کا نورِ نظر حسینؑ ہے

خالقِ اِنس و جاں ہے وہ ، بندۂ رب ہے یہ مگر
ہے نہ کوئی دگر خدا اور نہ دِگر حسینؑ ہے

علم کا شہر ہیں نبیؐ ، صلح و جہاد کا علیؑ
شہر کا ایک در حسنؑ ، دوسرا در حسینؑ ہے

اِن کا نگاہدار وہ ، اُس کے نگاہدار یہ
حق ہے حسینؑ کی سپر ، حق کی سپر حسینؑ ہے

اس کے لہو کے نور سے تا بہ ابد ہے روشنی
خوف زدہ ہے جس سے شام ، ایسی سحر حسینؑ ہے

حُرؑ کی نظر پہ کُھل گئی جس سے رہِ رضائے حق
شام کی تیرگی میں وہ نورِ سحر حسینؑ ہے

سارے جہاں کا عیش اُدھر اور اِدھر خدا کا نام
ساری ملوکیت اُدھر اور اِدھر حسینؑ ہے

راہِ سفر بھی ٹھیک ہے ، عزمِ سفر بھی معتبر
حُرؑ کا سفر ہے سوئے حق ، حدِ سفر حسینؑ ہے

اُس کی نگاہ پہ درود ، اُس کے شعور کو سلام
کتنی عظیم ہے وہ ماں جس کا پسر حسینؑ ہے

ظلمتِ ظلم ساحرؔ اک سحر سے کھا گئی شکست
سحر ہے اک سَحَر کا وہ ، نورِ سَحَر حسینؑ ہے

طرحی سلام
سلام خواں: جناب راحت علی (سوز خواں)

سلام

بے تولّا ذوقِ عشقِ مصطفےٰؐ ملتا نہیں
جس کو وہ ملتے نہیں اُس کو خدا ملتا نہیں

گر رہِ حق میں علیؑ سا رہ نما ملتا نہیں
منزلوں کا ذکر ہی کیا ، راستا ملتا نہیں

دست گیری کو جسے دستِ خدا ملتا نہیں
اُس کو مشکل میں کوئی مشکل کُشا ملتا نہیں

جس کو شہرِ علم کے در کا پتا ملتا نہیں
شہر میں جانے کا اُس کو راستا ملتا نہیں

ہو نہ مدحِ آلؑ و ذکرِ کربلا جس نظم میں
ہم کو ایسی شاعری میں کچھ مزا ملتا نہیں

میرا دامن پاک کرتی ہے مئے حُبِّ علیؑ
مجھ سے بڑھ کے واعظوں کو پارسا ملتا نہیں

ایک اک در کھٹکھٹاتا ہے شفاعت کے لیئے
دشمنِ حیدرؑ کو کوئی در کُھلا ملتا نہیں

کیا عدوئے مرتضیٰؑ کو علم و ایماں سے غرض
اُس کو کچھ دنیا کی دولت کے سوا ملتا نہیں

وہ محمدؐ ہوں ، علیؑ ہوں یا حسنؑ ہوں یا حسینؑ
کوئی انسانوں میں اِن سا دوسرا ملتا نہیں

جو ابوطالبؑ سے پہنچا حضرتِ عباسؑ تک
کوئی اُس جیسا وفا کا سلسلا ملتا نہیں

چھانتے ہیں لاکھ تاریخِ بشر اہلِ نظر
حضرتِ عباسؑ جیسا باوفا ملتا نہیں

بغضِ ہاشمؑ سے اُمیّہ نے بپا کی کربلا
یہ نہیں وہ داستاں جس کا سرا ملتا نہیں

گر حسینؑ آتے نہ سیلِ ظلم میں امداد کو
کشتیِٔ دینِ خدا کو ناخدا ملتا نہیں

ق

یوں پلٹ آیا حبیبؑ ابنِ مظاہر کا شباب
دور تک اب تو ضعیفی کا پتا ملتا نہیں

جھرّیاں تو مٹ گئیں وہ جو نشانِ راہ تھیں
کاروانِ عمر کو اب راستا ملتا نہیں

جنت و حورانِ خلد و بادۂ کوثر کے جام
حُرؑ سے پوچھو عشقِ شاہِ دیں میں کیا ملتا نہیں

حُرؑ کو باطل کے اندھیرے میں ملی راہِ نجات
شامیوں کو روشنی میں راستا ملتا نہیں

گر نظر میں ہو نہ عزم و ہمت و صبرِ حسینؑ
پھر مصائب جھیلنے کا حوصلا ملتا نہیں

مثلِ اکبرؑ ہو مجسم جس میں عکسِ مصطفیٰؐ
اس قدر شفاف کوئی آئینا ملتا نہیں

دل نہیں دکھتا کسی کا شہؑ پہ اتنے ظلم سے
ظالموں میں ایک بھی دردآشنا ملتا نہیں

شوقِ مدحت ، ذوقِ غم ، فکرِ رسا ، رزقِ سخن
ہم کو ساحر ھل اتیٰ کے در سے کیا ملتا نہیں

غیر طرحی سلام

سلام خواں: انجمنِ عابدیہ کاظمیہ کراچی

سلام

مشک لے کر نہر کو جب ثانیٔ حیدرؑ چلے
غل ہوا، لو سوئے کوثر ساقیٔ کوثرؑ چلے

غیظ میں عباسؑ جو بدلے ہوئے تیور چلے
سورما سب چھوڑ کر میدان اپنے گھر چلے

ہم اِدھر دنیائے دوں سے یا علیؑ کہہ کر چلے
بہرِ استقبال جنت سے اُدھر قنبرؓ چلے

حلق پر شبیرؑ کے رک رک کے جب خنجر چلے
یا خدا، پھر نبضِ عالم کیوں نہ رک رک کر چلے

زندگی ہم نے گزاری ماتمِ شبیرؑ میں
مقصدِ خلقت جو اپنا تھا وہ پورا کر چلے

رات دن نوحے، قصیدے، مرثیے، سوز و سلام
ہم جو کرنے آئے تھے دنیا میں سو* وہ کر چلے

ہم کو جانا ہے مدینہ لیکن اپنی راہ سے
جو ہمارے ساتھ ہو وہ کربلا ہو کر چلے

کہہ رہا ہے یہ زمین والوں سے جھک کر آسمان
جس قدر بھی جو بڑا ہو اس قدر جھک کر چلے

---

* مرزا ہادی عزیزؔ لکھنوی فرماتے تھے کہ "سو" کا نعم البدل اردو میں کوئی نہیں، لہٰذا اس کے متروک ہونے کے باوجود میں نے یہاں یہ لفظ استعمال کیا ہے۔ ساحرؔ

کیا کریں گے اتنا سونا جمع کر کے اہلِ زر
یہ وہ سکہ ہی نہیں ہے جو سرِ محشر چلے

تھے جو اہلِ دل ، یزیدیت کے پنجہ میں اسیر
وہ ہماری بزم میں آئے تو حُر بن کر چلے

سنگ دل بھی ہو گئے مجلس میں آ کر نرم دل
خشک آنکھوں سے بھی دریا درد کے بہہ کر چلے

بھولتی جاتی ہے دنیا زورِ دستِ لافتیٰ
اب تو لازم ہے کہ ذکرِ خندق و خیبر چلے

لے لیا جب نفسِ حق نے دے کے خود اپنی رضا
مرضیٔ حق ہے یہی اب مرضیٔ حیدرؑ چلے

سب شجاعانِ جہاں ہیں سر بہ خم پیشِ علیؑ
کس میں جراءت ہے کہ ان کے سامنے تن کر چلے

صرف اشکوں سے چکائی جائے گی قیمت وہاں
اور سکہ ہی نہیں ہے جو سرِ محشر چلے

عرش سے ٹکرائی جا کر یا علیؑ کی اک صدا
بابِ خیبر توڑ کر جب فاتحِ خیبر چلے

کیا فرشتے تھے کہ ممکن ہی نہ تھا ہم سے گناہ
آدمی تھے ، آدمی کی شان سے جی کر چلے

دیکھتی ہی رہ گئی عباسؑ کا منھ علقمہ
تشنگی میں بھی جو وہ دریا کو ٹھکرا کر چلے

جب شہیدانِ وفا کا کارواں چلنے لگا
سب سے پہلے، سب سے آگے حُرؑ سرِ محشر چلے

جب ہوئے دادِ شجاعت دے کے اکبرؑ سرخ رو
ہنس کے نکر موت سے لینے علی اصغرؑ چلے

یہ شہیدوں کی ہیں راتیں، یہ شہیدوں کے ہیں دن
کربلا والوں کا ماتم رات بھر، دن بھر چلے

حق کی منزل تک پہنچنے کی جسے ہو آرزو
حُرؑ کی صورت راہ کے کانٹوں سے بچ بچ کر چلے

کس قیامت کی یہ نیند آئی کہ سارے سرفروش
خواب گاہِ قتل کو بے تکیہ و بستر چلے

سوئے اصغرؑ تھرتھراتا یوں چلا تیرِ ستم
جیسے حیدرؑ کی طرف ڈرتا ہوا اژدر چلے

زلزلے آئے، زمیں کانپی، فلک تھرا گیا
سوئے مقتل باپ کے ہاتھوں پہ جب اصغرؑ چلے

کیوں نہ پانی پانی ہو جائے غرورِ علقمہ
اتنا پیاسا کوئی جب پانی کو ٹھکرا کر چلے

کس قدر شوقِ شہادت تھا کہ پیری میں حبیبؓ
لے کے انگڑائی ، کمر کس کر ، جواں ہو کر چلے

رہ گئے تنہا جو مقتل میں حسینؑ ابنِ علیؑ
سر پہ تیغیں ، تن پہ ناوک ، قلب پر خنجر چلے

گر نہ تھا کینہ محمدؐ کے گھرانے سے تو پھر
جس پہ خنجر چل رہے ہوں اُس پہ کیوں پتھر چلے؟

جب علیؑ نے بے نیازی سے اِسے ٹھکرا دیا
ہم بھی اِس دنیا کو ساحرؔ مار کر ٹھوکر چلے

کربلا کی مثال لائے کوئی
ساری دنیا کو عام دعوت ہے

....

یہ کہہ رہے تھے شہیدوں کے سر سنانوں پر
ہمارے سامنے کوئی نہ سر اٹھا کے چلے

غیر طرحی سلام

سلام خواں: انجمن عابدیہ ناظمیہ کراچی

سلام

جب سے ہم نے رہِ ہستی میں قدم رکھا ہے
آنکھ کو ماتمِ شبیرؑ میں نم رکھا ہے

ذکرِ شبیرؑ کو کاغذ پہ قلم رکھا ہے
آسمانوں کی بلندی پہ قدم رکھا ہے

جب بھی طوفانِ حوادث میں ہم اترے، ہم نے
یا حسینؑ ابنِ علیؑ کہہ کے قدم رکھا ہے

اُس کے محبوب کی جب بن گئے تصویرِ اکبرؑ
تب کہیں جا کے مصوّر نے قلم رکھا ہے

ذکرِ شبیرؑ پہ آنچ آنے نہیں دی ہم نے
ہم نے ہر حال میں اونچا یہ علم رکھا ہے

ظلم سے جنگ کو مظلوم کی خاطر ہم نے
ہاتھ میں صورتِ شمشیر قلم رکھا ہے

ہٹ کے چلتی نہیں کیوں گردشِ دوراں ہم سے
دیکھتی کیوں نہیں کاندھے پہ علم رکھا ہے

ہوں کسی قوم سے مظلوم کو سب روتے ہیں
حق نے انسان کی فطرت میں یہ غم رکھا ہے

سر جھکاتا نہیں دنیا میں کسی کے در پر
جس نے سر کو درِ شبیرؑ پہ خم رکھا ہے

اس کی ہمت کو سلام ، اس کی شجاعت کو سلام
جس نے سر آپ تہِ تیغِ ستم رکھا ہے

خنجرِ ظلم گلے پر ہے مگر واہ حسینؑ
پھر بھی سر سجدۂ معبود میں خم رکھا ہے

جس کا سر نوکِ سناں پر بھی ہے آگے آگے
اسی قائد نے قیادت کا بھرم رکھا ہے

دیکھو عباسؑ کو ، یہ جنگ کے تیور تو نہیں
ہاتھ میں مشک ہے ، کاندھے پہ علم رکھا ہے

پہلے عباسؑ نے ہر رخ سے وفا کو پرکھا
پھر کہیں گھاٹ پہ دریا کے قدم رکھا ہے

یا حسینؑ آج یہ معصوم بچے گا کیونکر
فاصلہ تیر سے بے شیر کا کم رکھا ہے

اے لحد ، آج سے اصغرؑ کو رکھ آرام سے تو
آج تک ماں نے بصد ناز و نعم رکھا ہے

اس زمیں میں یہ سلام اور یہ تو اے ساحرؔ
تیرے مولاؑ نے تیرے فن کا بھرم رکھا ہے

غیر طرحی سلام

سلام خواں: جناب راحت علی صاحب (سوزخواں)

سلام

اے سلامی ، گر درِ سبطِ پیمبرؐ دیکھتے
کیوں نہ پھر ہم اوج پر اپنا مقدر دیکھتے

ق

ہم اگر تقدیر سے دورِ پیمبرؐ دیکھتے
مثلِ قنبرؓ جلوۂ مولائے قنبرؓ دیکھتے

ہاتھ پر خیبر کشا کے بابِ خیبر دیکھتے
زیرِ تیغِ مرتضیٰ جبریلؑ کے پر دیکھتے

دیکھتے ہم بھی نبیؐ دیتے علم حیدرؓ کو جب
ہم بھی خوش ہو کر شکستِ بابِ خیبر دیکھتے

فرقِ مرحبؑ پر گری کیسے چمک کر ذوالفقار
کس طرح وہ اڑ گئے جبریلؑ کے پر ، دیکھتے

سنتے اپنے کان سے مَن کُنتُ مولاؑ کی صدا
اپنی آنکھوں سے غدیرِ خم کا منظر دیکھتے

خدمتِ مولائے قنبرؓ میں پہنچ جاتے جو ہم
حقِ خدمت وہ ادا کرتے کہ قنبرؓ دیکھتے

روز و شب سنتے پیمبرؐ سے ثنائے بوترابؑ
رات دن بہرِ عبادت روئے حیدرؓ دیکھتے

سجدہ کرتے گر نصیری ، رکھتے ہم قدموں پہ سر
وہ نصیب اپنا تو ہم اپنا مقدر دیکھتے

معنیٔ مولاؐ میں جو الجھے رہے ، اے کاش وہ
خُم کے منبر سے شبِ ہجرت کا بستر دیکھتے

منکرو ، لگتے ہی ٹھوکر یا علیؑ کہتے جو تم
گردشِ قسمت کو اپنی ٹھوکروں پر دیکھتے

یاوری کرتی جو قسمت آج بھی اپنی تو ہم
اپنی پیشانی درِ سبطِ نبیؐ پر دیکھتے

کیا نہیں ملتا درِ آلِ پیمبرؐ سے ہمیں
کیوں بھلا ہم اور کوئی دوسرا در دیکھتے

جو نہ یہ سمجھے ، بدل دیتے ہیں قسمت بھی حسینؑ
کربلا میں آ کے وہ حُرؑ کا مقدر دیکھتے

اللہ اللہ ، جونؓ کا سر زانوئے شبیرؑ پر
رشک کرتے ان کی قسمت پر جو قنبرؓ دیکھتے

سینۂ اکبرؑ پہ برچھی مارتے کیوں اشقیا
دل کی آنکھوں سے جو تصویرِ پیمبرؐ دیکھتے

کیا عجب میداں میں آیا ہو یہ اصغرؑ کو خیال
کاش میری حرملہؒ سے جنگ اکبرؑ دیکھتے

ماں کی گودی آگئی ہوگی علیؑ اصغرؑ کو یاد
ورنہ آغوشِ لحد کو مسکرا کر دیکھتے

دفن سے پہلے یہ کہتے ہوں گے اصغرؑ سے حسینؑ
میری جاں ، اک بار پھر تم مسکرا کر دیکھتے

بعدِ عصر اے شامیو ، عباسؑ گر ہوتے تو پھر
کس طرح چھنتی سرِ زینبؑ سے چادر ، دیکھتے

دیکھ کر ان کو ، مؤدب ہو گئے منکر نکیر
مجھ سے کچھ کہتے تو پھر مولاؑ کے تیور دیکھتے

مجھ سے اے ساحرؔ ، ملک سنتے رہے ذکرِ حسینؑ
حشر میں کیا وہ مرے عصیاں کا دفتر دیکھتے

کاش ساحرؔ ، خدمتِ مولاؑ میں حاضر ہو کے ہم
نذر کرتے یہ سلام اور سب سخن ور دیکھتے

طرحی سلام

سلام خواں: انجمن عابدیہ عظیمیہ کراچی

سلام

نزولِ رحمتِ حق کا وہاں نشاں نہ رہا
غمِ حسینؑ جہاں میں جہاں جہاں نہ رہا

یہ غم حسینؑ کا کب ہم پہ مہرباں نہ رہا
ہمارا نام زمانے میں بے نشاں نہ رہا

خود اس کے گھر میں نہ برپا ہوا یزیدؔ کا غم
مگر حسینؑ کا ماتم کہاں کہاں نہ رہا

حسینؑ سجدۂ آخر میں شکر کیوں نہ کریں
کہ اس کے بعد کوئی اور امتحاں نہ رہا

ہزار دل میں کوئی ہم نوا یزیدؔ کا ہو
کوئی بھی کھل کے مگر اس کا ترجماں نہ رہا

نہ آئی پائے ثباتِ حسینؑ میں لغزش
کوئی ہراس انھیں وقتِ امتحاں نہ رہا

کشش حسینؑ کی لے آئی کھینچ کر حُرؑ کو
جہاں وہ جبر سے رہتا تھا پھر وہاں نہ رہا

بتا دی اپنی زباں سے عدو کو پیاس کی حد
جو بے زباں تھا ابھی ، اب وہ بے زباں نہ رہا

حسینؑ آج بھی دنیا پہ چھائے ہیں دیکھو
مگر یزیدؔ کے مدفن کا بھی نشاں نہ رہا

نقاب دیں کی الٹ دی یزیدؔ نے رخ سے
وہ اک خفیف سا پردہ بھی درمیاں نہ رہا

اجڑ کے رہ گئے اہلِ حرم حسینؑ کے بعد
بھلا وہ باغ کہاں جب وہ باغباں نہ رہا

حسینؑ جس طرح مہمان کوفیوں کے رہے
کسی کا یوں کوئی دنیا میں میہماں نہ رہا

بس اک حسینؑ کا غم ہے جو ہے قیامت تک
وگرنہ غم کوئی دنیا میں جاوداں نہ رہا

لگایا تیرِ ستم کیوں گلوئے اصغرؑ پر
کبھی یہ ظلم روا زیرِ آسماں نہ رہا

خدا کا فضل، علیؑ کا کرم ہے اے ساحرؔ
سخن وروں میں کب اونچا مرا نشاں نہ رہا

غیر طرحی سلام
سلام خواں: انجمن عابدیہ کاظمیہ، کراچی

سلام

ہم اِدھر عشق میں مولاؑ کے سرِ دار چلے
پیشوائی کو اُدھر میثمؑ تمار چلے

رن کو جب غیظ میں عباسؑ علمدار چلے
غل ہوا بہرِ وغا حیدرؑ کرار چلے

حشر میں ساقیٔ کوثر کا اِشارہ پا کر
حوضِ کوثر کی طرف جھومتے مے خوار چلے

میں چلا قبر میں سونے، شبِ ہجرت کی قسم
میرے ہمراہ مری قسمتِ بیدار چلے

جب بھی بیعت کا طلب گار ہو کوئی یزیدؔ
اے حسینؑ، فقط انکار کی تلوار چلے

یوں علیؑ کے لیئے ڈوبا ہوا سورج پلٹا
جیسے مالک کے اشارے پہ نمک خوار چلے

یہ سلونی کا ہے، وہ تیغِ دودم کا اعجاز
بزم میں بات چلے، رزم میں تلوار چلے

نقدِ جاں ہاتھوں پہ رکھا ہے سروں کی صورت
آج اِس شان سے جنت کے خریدار چلے

حُر چلے جانبِ شبیرؑ تو قسمت نے کہا
لو ، وہ فردوس کو فردوس کے حق دار چلے

رن میں بھاگیں جو عدو تیغِ جری سے ڈر کر
پیچھا کرتی ہوئی تلوار کی جھنکار چلے

حملہ آور جو ہوئے فوج پہ عباسؑ جری
ہر طرف شور اٹھا ، مار چلے مار چلے

بعدِ قتلِ شہِ مظلوم ستم اور ہوا
آگ خیموں میں لگانے کو جفاکار چلے

راہِ پُرخار کے کانٹوں سے یہ پوچھے کوئی
کس طرح شام تلک عابدؑ بیمار چلے

آ گئے بہرِ تماشہ سرِ بازار لعیں
قید ہو کے جو حرمؑ جانبِ دربار چلے

بال کھولے ہوئے روتی ہوئی زہراؑ بھی چلیں
ننگے سر تعزیے لے کر جو عزادار چلے

یا علیؑ ، آیئے ساحرؔ کی مدد کو جلدی
کب تلک اُس کی نکیریں سے تکرار چلے

غیر طرحی سلام

سلام خواں: انجمن عابدیہ کاظمیہ، کراچی

سلام

خلد لے لیجے شبیہِ قبرِ سرورؑ چوم کر
محملیں، مشک و علم، تابوت و چادر چوم کر

حُرؑ گیا مقتل سے سیدھا کوثر و جنت میں اب
دستِ عباسؑ جری اور پائے سرورؑ چوم کر

دیکھ لی ہجرت کی شب نے جانشینی کی یہ شان
بچھ گیا بسترِ نبیؐ کا پائے حیدرؑ چوم کر

جز علیؑ چالیس دن تک کیسے کیسے سورما
لوٹ آتے تھے زمینِ بابِ خیبر چوم کر

فرقِ عظمت فرقِ نسبت سے بتاتے ہیں علیؑ
توڑ کے پتھر کے بت، کعبہ کا پتھر چوم کر

جب ملے گا ساقیٔ کوثر سے محشر میں ہمیں
ہم پئیں گے جام آنکھوں سے لگا کر، چوم کر

اس ادب سے پشتِ پیغمبرؐ پہ آئے تھے حسینؑ
جیسے ذاکر کہہ کے بسم اللہ، منبر چوم کر

بن گئے ناقہ نبیؐ، جب پشت پر آئے حسینؑ
تھام لی مثلِ عناں زلفِ پیمبرؐ چوم کر

لے لیا عباسؑ نے خوش ہو کے مولاؑ سے علم
چھو کے زینبؑ کے قدم اور پائے سرورؑ چوم کر

دیکھ کر عباسؑ کے شانوں کی مضبوطی ، علم
جھوم اُٹھا دستِ علم بردارِ لشکر چوم کر

ہاتھ ادھر عباسؑ نے قبضہ پہ رکھا اور ادھر
ہٹ گئے جبریلؑ دستِ شیرِ حیدرؑ چوم کر

ان کے ناخن تک نہ چھو پائی تو روتی ہے فرات
خوش ہے ساحل پائے عباسِؑ دلاور چوم کر

دیکھ کر اکبرؑ کو زخمی آ گئے نانا جو یاد
رو دیئے شبیرؑ تصویرِ پیمبرؐ چوم کر

موت بھی رو دی سرھانے آ کے مادر کی طرح
حُسنِ اکبرؑ دیکھ کر ، گیسوئے اکبرؑ چوم کر

ماں نے اپنے ہنسلیوں والے کو مرنے کے لیئے
دے دیا گودی میں شہؑ کی حلقِ اصغرؑ چوم کر

کس قدر نازک گلے پر کیسا کاری زخم تھا
رو دیا تیرِ ستم بھی حلقِ اصغرؑ چوم کر

پھر گیا نظروں میں زینبؑ کی اسیری کا سماں
رو دیئے جب شاہؑ دیں بازوئے خواہر چوم کر

ذوالفقارِ شاہِؑ دیں پر جان دیتے ہیں عدو
حسن اس کا دیکھ کر اور اس کے جوہر چوم کر

شامیوں کے اس ستم پر ہو گئی غصہ سے لال
آگ شعلہ بن گئی زینبؑ کی چادر چوم کر

ہے اسی زنجیر کی جھنکار آزادی کی لے
حریت کو ناز ہے عابدؑ کا زیور چوم کر

اٹھ گئی دنیا سے بچی پاتے ہی سر باپ کا
گود میں لے کر، کلیجے سے لگا کر، چوم کر

کربلا کی خاک ہے خاکِ کفِ پائے حسینؑ
ہم اٹھاتے ہیں اسے سجدے سے اٹھ کر، چوم کر

ہم سے کچھ پوچھیں گے ساحرؔ جب فرشتے قبر میں
مسکرا دیں گے فقط ہم پائے حیدرؑ چوم کر

غیر طرحی سلام

سلام خواں: انجمن عابدیہ کاظمیہ، کراچی

سلام

رونے والو، غمِ سرورؑ میں سبھی روتے ہیں
عین اسلام ہے یہ، جب تو نبیؐ روتے ہیں

ماتمِ زندۂ جاوید کی یہ شان تو دیکھ
غم میں حمزہؑ کے رسولِ عربیؐ روتے ہیں

کیا تھے حضرتؐ بھی مماتِ شہدا کے قائل؟
کیوں احد میں یہ صحابہؓ پہ نبیؐ روتے ہیں

رونا انسان کی فطرت ہے زمانے والو
جو بھی آتے ہیں زمانے میں وہی روتے ہیں

طفل دنیا میں جب آتا ہے تو خود روتا ہے
وہ نہ گر روئے تو پھر اس کو سبھی روتے ہیں

ہاں مگر شرط ہے احساسِ غم و رنج و الم
دل پہ جب چوٹ سی لگتی تبھی روتے ہیں

درد میں دیکھ کر انساں کو تڑپ جاتے ہیں لوگ
ظلم ہوتا ہے کسی پر تو سبھی روتے ہیں

دل ہو تو درد کا احساس دلاتا ہے ضرور
جن کے پہلو میں ہو دل، غم سے وہی روتے ہیں

ہم نے دیکھا ہے ابھی قتل جو ناحق ہو کوئی
کافر و مشرک و دیں دار سبھی روتے ہیں*

ہو جو احساس سے محروم وہ دل پتھر ہے
کہیں پتھر بھی زمانہ میں کبھی روتے ہیں

کس مسلماں کو شجاعت میں علیؑ کی شک ہے
دیکھ لو ، قبرِ پیمبرؐ پہ علیؑ روتے ہیں

ہم بھی زخم اپنے لگاتے ہیں اسی جذبہ سے
ہم بھی مظلوم کے ماتم میں یونہی روتے ہیں

کیوں نہ روئیں شہ مظلوم کے غم میں ہم بھی
فاطمہؑ روتی ہیں ، اس غم میں نبیؐ روتے ہیں

ابر و شبنم ، مہ و خورشید ، جن و انس و ملک
بے کسی پر شہِ صابر کی سبھی روتے ہیں

انتہا یہ ہے کہ وہ شام کے ظالم قاتل
دیکھ کر اصغرِ ناداں کی ہنسی روتے ہیں

---

* یہ سلام اس وقت کہا گیا تھا جب جناب ذوالفقار علی بھٹو کو پھانسی دی گئی تھی اور ملک اور بیرونِ ملک خصوصاً ہندوستان میں اس کلام سنایا گیا تھا۔ اس شعر میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔

دل ہلا دیتی ہے زہرؑا کی بکا مقتل میں
جن کا مر جاتا ہے کوئی وہ یونہی روتے ہیں

دیکھ کر خون میں ڈوبی ہوئی تصویرِ اپنی
لاشِ اکبرؑ پہ رسولِؐ عربی روتے ہیں

ہے محمدؐ کی نگاہوں میں جو شام و کوفہ
دیکھ کر آلؑ کی وہ دربدری روتے ہیں

سر کھلا ، ہاتھ بندھے ، مجمعِ عام اور زینبؑ
دم بدم حال پہ بیٹی کے علیؑ روتے ہیں

کرکے رخ نہر کی جانب یہ پکاریں زینبؑ
بھائی عباسؑ اٹھو ، تم کو اخی روتے ہیں

اب تو ہر صاحبِ دل پر ہے غمِ شہؑ کا اثر
آج تو غیر بھی اللہ غنی روتے ہیں

ہے ان اشکوں کا صلہ کوثر و جنت ساحرؔ
کل وہ خوش ہوں گے جناں میں جو ابھی روتے ہیں

طرحی سلام

سلام خواں: انجمنِ عابدیہ کاظمیہ کراچی

سلام

وفائے حضرتِ عباسؑ میں کلام نہ تھا
فلک پہ عشق کے ایسا مہِ تمام نہ تھا

وہ جس نے پھینک دیا لے کے ہاتھ میں پانی
بتاؤ ، کیا وہ کئی دن سے تشنہ کام نہ تھا

تھا کائناتِ وفا کا خدا ، خدا کی قسم
یہ ٹھیک ہے وہ پیمبرؐ نہ تھا ، امامؑ نہ تھا

تمام عمر رہا بن کے جو غلامِ حسینؑ
وہ شاہِ ملکِ وفا تھا ، کوئی غلام نہ تھا

جو دیکھا آتے ہوئے شیر کو سوئے دریا
تو بزدلوں کا کہیں دور دور نام نہ تھا

سپاہِ شام کے سینوں میں نورِ حق تھا کہاں
ہوس کے بت تھے دلوں میں ، خدا کا نام نہ تھا

یزیدؔ کو تو فقط اقتدار سے تھی غرض
اسے خدا و پیمبرؐ سے کچھ بھی کام نہ تھا

حسینؑ اذنِ وغا کیسے دیتے بھائی کو
تھی حفظِ دیں کے لیئے جنگ ، قتلِ عام نہ تھا

سلام باپ کو رن سے کیا جو اکبرؑ نے
خبر تھی موت کی وہ آخری سلام نہ تھا

کرے گی یاد میرے بعد کہہ کے یہ دنیا
خدا کی دین تھی ساحرؔ، ترا کلام نہ تھا

رباعی

گھبرائیں گے دنیا میں جو رہتے رہتے
اٹھ جائیں گے یا حسینؑ کہتے کہتے
ڈوبیں گے جو بحرِ غمِ شبیرؑ میں ہم
کوثر پہ پہنچ جائیں گے بہتے بہتے

غیر طرحی سلام

سلام خواں: انجمنِ عابدیہ کاظمیہ کراچی

سلام

حسینی باوفا گر چاہتے دنیا الٹ دیتے
یہ غازی وہ تھے جو طوفان کا دھارا الٹ دیتے

علیؑ سوتے نہ گر فرشِ محمدؐ پر شبِ ہجرت
بساطِ دینِ پیغمبرؐ ہی پھر اعدا الٹ دیتے

غدیرِ خم سے پی لیتے جو یہ مے خوار دنیا کے
خموں کو توڑ دیتے ، ساغر و مینا الٹ دیتے

بدلتے فتح سے کیسے شکست اپنے مقدر کی
یزیدیؔ کس طرح تقدیر کا لکھا الٹ دیتے

الٹتے آستیں گر حضرت عباسؑ میداں میں
زمینِ نینوا کا ایک اک طبقا الٹ دیتے

اجازت جنگ کی غازی کو گر مولاؑ سے مل جاتی
یہ اک حملہ میں لشکر شام کا سارا الٹ دیتے

ق

لبِ دریا علیؑ کے شیر کو گر غیظ آ جاتا
یہ خیبر کی طرح اک آن میں کوفہ الٹ دیتے

سکینہؑ کے سوالِ آب پر ممکن اگر ہوتا
تو پیاسی مشک میں یہ کُل کا کُل دریا الٹ دیتے

اگر منظور ہوتا دخترِ حیدرؑ کے شیروں کو
یہ دونوں مل کے فوجِ شام کا تختا الٹ دیتے

نہ رستہ روک لیتی موت گر عونؑ و محمدؑ کا
علم کو چھین کے سردار کا خیما الٹ دیتے

بنی ہاشمؑ کا اک اک نوجواں بھاری تھا لاکھوں پر
یہ اٹھارہ تو لشکر ایسے اٹھارا الٹ دیتے

عدو کے وار رد کرتے تھے یوں ہر سمت سے اکبرؑ
ادھر خنجر الٹ دیتے ، ادھر نیزا الٹ دیتے

سجایا تھا جو دھاروں نے لہو کی روئے قاسمؑ پر
قضا کے ہاتھ کیسے رخ سے وہ سہرا الٹ دیتے

زمانہ پر یزیدی ظلم کی کھلتیں حدیں کیونکر
نہ دامن کو رخِ اصغرؑ سے گر مولاؑ الٹ دیتے

نہ زینبؑ واقعاتِ کربلا گر عام کر دیتیں
مورخ یہ ورق تاریخ کا سادا الٹ دیتے

یزیدیت کو برحق جانتی دنیا ، اگر مولاؑ
نہ اس کے رخ سے یہ اسلام کا پردا الٹ دیتے

نہ مولاؑ کی عطا گر اس زمینِ شعر میں ہوتی
قلم کو چوم کر ساحر ورق سادا الٹ دیتے

سلام خواں: جناب صادق حسین طرف جمن صاحب مرحوم
انجمنِ عابدیہ کاظمیہ کراچی

سلام

جل نہیں سکتا کوئی شیدائے حیدرؑ آگ میں
یہ اگر چاہیں تو کھل اٹھیں گلِ تر آگ میں

آتشِ دوزخ ہمیں ہرگز جلا سکتی نہیں
ڈھال بن جائے گی اپنی ، حبِ حیدرؑ آگ میں

قاسمِ جنت کے دشمن کو یہ کر دیتی ہے خاک
ہیں جلالِ مالکِ دوزخ کے تیور آگ میں

آتشِ بغض و حسد سے مضطرب ہیں یوں عدو
پھڑپھڑائے جس طرح گر کر کبوتر آگ میں

کیوں نہ برقِ تیغِ حیدرؑ سے رہیں وہ دور دور
ڈال دیں جبریل کیونکر اپنے شہپر آگ میں

اشکِ ماتم سے جلیں اعداء ، بجھے دل کی لگن
آگ پیدا ہو سمندر میں ، سمندر★ آگ میں

کھا نہیں سکتے ہیں ٹھوکر مے گسارانِ فرات
گر نہیں سکتے ہیں ایسے بادہ گستر آگ میں

سر پہ جن کے پرچمِ عباسؑ کا سایہ نہیں
پھونک دے گا اُن کو سورج روزِ محشر آگ میں

★ سمندر ایک ایسا (داستانی) کیڑا ہے جو آگ میں پیدا ہوتا ہے۔

اُن کے قدموں میں یہ انگارے بھی بن جاتے ہیں پھول
کود پڑتے ہیں جو یا عباسؑ کہہ کر آگ میں

آگ کا دریا بھی ہو تو روند ڈالیں پاؤں سے
سوزِ ماتم ہو تو کیا رکھا ہے گز بھر آگ میں

ہائے وہ بنتِ پیمبرؐ ، ہائے یہ بنتِ علیؑ
ایک کا در جل گیا اور ایک کا گھر آگ میں

اُڑ رہی ہیں چار جانب دشت میں چنگاریاں
کس کو جھولا ڈھونڈتا پھرتا ہے جل کر آگ میں

دم بدم لَو دے رہے ہیں زخم سارے اے حسینؑ
کیا تپائے ہیں عدو نے تیر و خنجر آگ میں

آتشِ عشقِ علیؑ میں جل رہا ہوں رات دن
کون ساحرؔ جل سکے گا اِس سے بہتر آگ میں

طرحی سلام

سلام خواں: جناب اختر وصی علی مرحوم (سوز خوان)
جناب راحت علی (سوز خواں)

سلام

میرے آنسو بجز آلِ پیمبرؐ مول لے گا کون★
جناں کے مول بکتے ہیں یہ گوہر، مول لے گا کون

حضورِ ساقیؑ کوثر چلو یہ چشمِ تر لے کر
یہاں اِتنا سمندر کا سمندر مول لے گا کون

ہمارے گھر بھرے ہیں دولتِ اشکِ غمِ شہؑ سے
یہ گوہر پاس ہیں، اب لعل و گوہر مول لے گا کون

ق

شبِ ہجرت نبیؐ نے یہ علیؑ سے ہنس کے فرمایا
رضائے حق مرے بستر پہ سو کر مول لے گا کون

علیؑ نے عرض کی یہ، نقدِ جاں رکھ کر ہتھیلی پر
بھلا میرے سوا مرضیٔ داور مول لے گا کون

رضائے حق، کلیدِ بابِ جنت، دائمی عظمت
یہ سودا راہِ حق میں بیچ کے سر، مول لے گا کون

سوائے کربلا والوں کے یہ کس کا مقدر ہے
حیاتِ غیرِ فانی جان دے کر مول لے گا کون

★ایک تو یہ طرحی سلام ہے جو طرح کے مطابق کہا گیا، دوسرے یہ کہ بحرِ ہزج میں تسبیغ سے آخری رکن میں ایک حرف کا اضافہ جائز ہے۔ ساحرؔ

فلک گریاں ، زمین و آسماں لرزاں ، جہاں حیراں
کہ اپنے سر عذابِ خونِ اصغرؑ مول لے گا کون

کہی اک بیت ساحرؔ ، ایک گھر جنت کا ہاتھ آیا
یہ سودا نقد ہے ، اے بندہ پرور ، مول لے گا کون

کیا خوف ہو ساحرؔ کسی مشکل کا لحد میں
مولاؑ مرے مشکل میں مددگار رہیں گے

....

ہم سے کچھ پوچھیں گے ساحرؔ جب فرشتے قبر میں
مسکرا دیں گے فقط ہم پائے حیدرؑ چوم کر

طرحی سلام

سلام خواں: انجمنِ عابدیہ کاظمیہ کراچی

سلام

ہم آئے ہیں رونے کو غم میں شہِؑ والا کے
زہراؑ کی دعا سے ہم غم خوار ہیں زہراؑ کے

ہم روتے ہیں پیہم جو غم میں شہِؑ والا کے
اس غم میں ڈبو دیں گے جو غم بھی ہیں دنیا کے

ہم آئے ہیں دنیا میں زہراؑ کی دعاؤں سے
ہر حرفِ دعا میں ہیں ہم حضرتِ زہراؑ کے

مظلوم پہ رونا بھی اللہ کی نعمت ہے
اس غم کی بدولت اب کچھ غم نہیں دنیا کے

یہ پھول ہیں جنت کے جو اشک ہمارے ہیں
دیکھیں گے بہار ان کی دنیا سے وہاں جا کے

عصیاں سے کہیں بڑھ کر بخشش کو یہ کافی ہیں
جو اشک ہمارے ہیں رومال میں زہراؑ کے

ٹوٹی ہوئی کشتی پہ گر نامِ علیؑ لکھ دیں
طوفاں کو ڈبو دے وہ طوفان سے ٹکرا کے

اسلام سی نعمت لی ، پھر قتل کیا شہؑ کو
ظالم ذرا خود سوچیں ، کیا کھو دیا ، کیا پا کے ؟

پیاسی جو سکینہؑ ہے پانی بھی تڑپتا ہے
موجوں کے طمانچے ہیں خود منھ پہ یہ دریا کے

دربارِ یزیدیؑ میں زینبؑ کے وہ تیور ہیں
دربارِ حکومت میں تیور تھے جو زہراؑ کے

یہ آخری ہدیہ تھا ، اب کچھ نہ تھا دامن میں
اٹھے جو شہؑ والا بے شیر کو دفنا کے

مقتل کی زمیں پر وہ گھوڑے سے گرے مولاؑ
اب عرش نہ گر جائے یا رب کہیں تھرا کے

خاکِ رہِ کوفہ نے زینبؑ کا کیا پردہ
آ جاتے ہیں کام ادنیٰ یوں بھی کبھی اعلا کے

شدت یہ علالت کی ، خدمات یہ ملت کی
حق کا ہے کرم ساحرؔ ، احسان ہیں مولاؑ کے

غیر طرحی سلام

سلام خواں: جناب اختر وصی علی مرحوم (سوزخواں)
جناب راحت علی (سوزخواں)

سلام

یہ کرم آقا کا مجھ سے بندۂ قنبرؓ پہ ہے
مجلسِ شبیرؑ میں میری جگہ منبر پہ ہے

حشر تک تحریر یہ طغرا درِ خیبر پہ ہے
انحصارِ قوتِ دیں بازوئے حیدرؑ پہ ہے

ہم تو چھوتے بھی نہیں واعظ یہاں جام و سبو
ہاں، مزہ پینے کا یا خم میں تھا یا کوثر پہ ہے

میرا آقا دے چکا دنیائے فانی کو طلاق
بے نیازِ دہر ہوں، دنیا مری ٹھوکر پہ ہے

ابتداء کے آئینہ میں انتہا کی ہے جھلک
انگلیاں اژدر پہ ہیں، فکر و نظر خیبر پہ ہے

لافتیٰ کی دی سند، بھیجی فلک سے ذوالفقار
کیا مشیت کو بھروسہ قوتِ حیدرؑ پہ ہے

جس پہ بچپن میں بھی سوتا تھا پئے حفظِ رسولؐ
پھر ابوطالبؑ کا بیٹا آج اس بستر پہ ہے

کیا مقدر ہے کہ ان سب کے مقابل اک علیؑ
کیا خدا کی مار عمروؔ★ و مرحبؔ و عنترؔ پہ ہے

★ عمرو ابن عبدود عامری۔ جس کو حضرت علیؑ نے قتل کر کے جنگ احزاب (جنگ خندق) میں فتح پائی۔

عرش کی کرسی ہے اب زیرِ کفِ پائے حسینؑ
کیا نشست اللہ اکبرؑ پشتِ پیغمبرؐ پہ ہے

کربلا میں دیکھ کر کردارِ سبطِ مصطفیٰؐ
ساری دنیا کی نظر کردارِ پیغمبرؐ پہ ہے

ق

دیکھ کر پیشانئ اصغرؑ پکارا ابنِ سعد
یہ ستارہ آج بھاری شام کے لشکر پہ ہے

اک تبسم سے ہے چکنا چور باطل کا غرور
کیسی کاری ضرب اک شیشہ کی اس پتھر پہ ہے

کھینچتے ہو کس لیئے اِس ظلم و بےدردی کے ساتھ
ظالمو، دیکھو تو اک بیمار اس بستر پہ ہے

آفتابِ حشر کی گرمی سے ساحرؔ کیوں ڈروں
پرچمِ عباسؑ کا سایہ جو میرے سر پہ ہے

طرحی سلام
سلام خواں: انجمن عابدیہ ناظمیہ کراچی

سلام

زہراؑ کا در کہاں ، یہ مری انجمن کہاں
لایا ہے ذوقِ ماتمِ شاہِ زمن کہاں

موسیٰ نہیں ہیں یہ جو عصا ڈر کے پھینک دیں
اژدر کا ڈر کہاں ، مرا اژدر فگن کہاں

سب کو سوا علیؑ کے نبیؐ آزما چکے
بازو میں اُن کے قوتِ خیبر شکن کہاں

کیا مقابلہ یہ حسینؑ و یزیدؔ میں
اک رہ نمائے خلق کہاں ، راہ زن کہاں

ہم کو غمِ حسینؑ نصیبوں سے مل گیا
دنیا کا اب ہمیں کوئی رنج و محن کہاں

اب ہم ہیں زیرِ سایۂ دامانِ کربلا
اب ہم کو خوفِ گردشِ چرخِ کہن کہاں

اب آ رہا ہے شیرِ علیؑ کا ترائی میں
جائے گا بچ کے لشکرِ پیماں شکن کہاں

اصغرؑ کی شان دیکھیے میدانِ جنگ میں
رستم کے تیوروں میں بھی یہ بانکپن کہاں

شبیرؑ کی دعا ہے کہ قاسمؑ ہوں فتح یاب
ازرق[2] کہاں ، حسنؑ کا یہ گل پیرہن کہاں

لو ، آج چھٹ رہا ہے مدینہ حسینؑ سے
اب یہ وطن کہاں ، یہ غریب الوطن کہاں

اک پائمال دشت میں ، اک قیدِ شام میں
دولھا کہاں ہے ، چند گھڑی کی دلھن کہاں

تھرا گئے خلیلؑ بھی اکبرؑ کی لاش پر
لیکن حسینؑ ، تیری جبیں پر شکن کہاں

کس طرح لائیں دشت سے اکبرؑ کو شاہؑ دیں
کڑیل جواں کی لاش کہاں ، خستہ تن کہاں

جس کی بہن کے سر پہ ردا بھی نہ رہ سکی
اس بھائی کے نصیب میں آخر کفن کہاں

ساحرؔ ، بڑی اندھیری لحد جگمگا اٹھی
اشکِ غمِ حسینؑ ہوئے ضوفگن کہاں

غیر طرحی سلام

سلام خواں: انجمن عابدیہ کاظمیہ کراچی

سلام

ختم مجلس جو ہوئی روتے ہوئے ہم نکلے
ایسا محسوس ہوا خلد سے آدمؑ نکلے

جب بھی لے کر کوئی عباسؑ کا پرچم نکلے
وا حسیناؑ کی صدا قلب سے پیہم نکلے

دامنِ ضبط چھٹا ذکرِ غمِ شہؑ سن کر
اشک آئے جو نکلنے پہ تو پیہم نکلے

سال بھر حسرت ماتم نے دعا یہ مانگی
یا خدا ، جلد کہیں ماہِ محرم نکلے

حشر میں اشکِ عزا خلد کی قیمت ٹھہرا
پاس تھی جن کے یہ دولت وہ فقط ہم نکلے

جن کو دنیا مرے زخموں کا سبب کہتی تھی
وہی آنسو تو مرے زخم کا مرہم نکلے

اِذنِ شہؑ سے گئے حرؑ خلد میں سب سے پہلے
یہ تو بچپن کے رفیقوں سے مقدم نکلے

زندگی اس کے سوا بھی ہے کوئی کیا اے حرؑ
زانوئے شہؑ پہ ہو سر اور ترا دم نکلے

دیکھ لے سبطِ پیمبرؑ کی سخاوت جو کہیں
منہ چھپائے ہوئے اس راہ سے حاتم نکلے

زندگی پائیں جو موت آئے درِ مولاؑ پہ
دم میں دم آئے ہمارا جو وہاں دم نکلے

سرنگوں ہو گئے سب کفر و ضلالت کے نشاں
لے کے عباسؑ جو ایمان کا پرچم نکلے

دے دیں عباسؑ کو لڑنے کی اجازت جو حسینؑ
دم کے دم میں عمرِ سعدؒ کا دم خم نکلے

دیکھ لے گر نگہِ غیظ سے شیرِ حیدرؑ
مرحبِ شام کا تھرّا کے ابھی دم نکلے

قاسمؑ و عونؑ و محمدؑ ہیں اور اک اصغرؑ ، بس
ایسے بچے تو زمانے میں بہت کم نکلے

اپنے محور پہ زمیں کو تھا ٹھہرنا مشکل
لے کے بے شیر کو جب قبلۂ عالم نکلے

زندگی کو ہے فنا ، سچ ہے یہ ساحرؔ لیکن
میں تو جی اٹھوں جو منبر پہ مرا دم نکلے

طرحی سلام

سلام خواں: انجمنِ عابدیہ کانٹھیہ کراچی

سلام

جو پیروِ دینِ شہِ ابرار رہیں گے
ہر دور میں وہ صاحبِ کردار رہیں گے

ہم خاکِ رہِ میثمؑ تمار رہیں گے
ہر دور میں سچائی کا معیار رہیں گے

جو سبطِ پیمبرؐ کے عزادار رہیں گے
وہ کیوں غمِ دنیا میں گرفتار رہیں گے

گھر کر لیا ہے سبطِ نبیؐ نے مرے دل میں
اس گھر میں ہمیشہ مرے سرکار رہیں گے

مٹ جائیں گے سب دشمنِ شبیرؑ جہاں سے
ظالم نہ یہ ظالم کے طرف دار رہیں گے

ہم سارے یزیدوںؔ سے، ہر اک دشمنِ دیں سے
بیزار تھے، بیزار ہیں، بیزار رہیں گے

کرتے نہیں کیوں ماتمِ شبیرؑ مسلماں
کب تک یہ محمدؐ کے گنہ گار رہیں گے

کھائی ہے قسم ہم نے یہ سائے میں علم کے
اے جانِ وفا، تیرے وفادار رہیں گے

عباسؑ کے خادم ہیں ، غلامانِ وفا ہیں
ہم کیوں نہ پیمبرؐ کے وفادار رہیں گے

اس جنتِ مجلس میں جو آتے ہیں خوشی سے
جنت کے وہ محشر میں بھی حق دار رہیں گے

اشکوں کے گہر جو مری پلکوں پہ سجے ہیں
محشر میں بھی زینتِ بازار رہیں گے

پلکوں سے ٹپکتے ہی رہیں گے مرے آنسو
ہر فصل میں یہ ابرِ گہربار رہیں گے

جنت کا ہے مول اشکِ عزائے شہِؑ والا
جنت میں فقط شہؑ کے عزادار رہیں گے

محشر میں طلب ہوگی فقط اشکِ عزا کی
بازار میں بس یہ دُرِ شہوار رہیں گے

کہتا تھا ادب سے یہ علم روحِ علیؑ سے
اب آج سے عباسِؑ علمدار رہیں گے

چھ ماہ کے بچے کو بنایا ہے نشانہ
اب تیر ہمیشہ کو خطاوار رہیں گے

کیا خوف ہو ساحرؔ کسی مشکل کا لحد میں
مولاؑ مرے مشکل میں مددگار رہیں گے

طرحی سلام
سلام خواں: انجمن عابدیہ کاظمیہ کراچی

سلام

دل کا یہ حال الفتِ شاہِ ہدا میں ہے
ہم کربلا سے دور ہیں ، دل کربلا میں ہے

اس باوفا کا حسن نگاہِ وفا میں ہے
تصویر جس کی باپ کے دستِ دعا میں ہے

یہ ایک ہی چراغ کا جلوہ فضا میں ہے
جو نور تھا حرا میں وہی کربلا میں ہے

جو خوش نصیب مجلسِ شاہِ ہدا میں ہے
وہ سایۂ عبائے رسولِؐ خدا میں ہے

جس جس سے ہم کو دولتِ ایماں ملی وہ در
مشہد میں ہے، نجف میں ہے اور کربلا میں ہے

لے گا جو انتقام شہیدوں کے خون کا
وہ وارثِ رسولِؐ خدا سامرا میں ہے

آئے گی کیا سمجھ میں ابھی عظمتِ حسینؑ
فکرِ بشر ابھی تو رہِ ارتقا میں ہے

مظلومیت کے ذکر سے گھبرا رہے ہیں وہ
احساسِ جرم یہ دلِ اہلِ جفا میں ہے

ہوگی کہاں نصیب کسی بدنصیب کو
لذت جو زندگی کی غمِ کربلا میں ہے

کوئی مٹا سکے گا نہ انسانیت کو اب
انسانیت تو سایۂ آلِ عبا میں ہے

اکبرؑ کو دیکھتے ہیں تو پڑھتے ہیں سب درود
حسنِ رسولؐ پاک وہ اس مہ لقا میں ہے

ظلم وستم کی دھوپ سے اب اس کو ڈر نہیں
حُرؑ اب تو سایۂ شجرِ کربلا میں ہے

اس درجہ بے قرار ہے شوقِ جناں میں حُرؑ
اک پاؤں ہے بہشت میں، اک کربلا میں ہے

پالا ہے کربلا کے لیئے خود حسینؑ کو
کس ماں میں حوصلہ ہے یہ جو فاطمہؑ میں ہے

زینبؑ کو تو حسینؑ بھی، اکبرؑ بھی ہیں عزیز
دل جانِ مصطفیٰؐ میں ہے، جاں دل ربا میں ہے

جھولے سے کھنچ کے آ گیا بے شیر دشت میں
کیسی کشش غضب کی یہ تیرِ قضا میں ہے

اصغرؑ کی قبر صبر کی حد کا ہے امتحاں
اک اور کربلا یہ حدِ کربلا میں ہے

شہ حرؑ کی لاش پہ ہوں کہ اصغرؑ کی قبر پہ
جو ابتدا میں تھا وہی صبر انتہا میں ہے

عباسؑ کا ہے نوکِ سناں پہ سر اس طرح
گویا ثمر یہ عشق کا نخلِ وفا میں ہے

کعبہ سیاہ پوش ہے غم میں حسینؑ کے
اللہ کا حرم بھی لباسِ عزا میں ہے

اصغرؑ اِدھر ہیں اور اُدھر ناوکِ قضا
کیسا مقابلہ یہ چراغ اور ہوا میں ہے

ساحرؔ کو بھی دکھا دیں اب آنکھوں سے وہ حسینؑ
تصویر جس دیار کی اشکِ عزا میں ہے

لحد میں پرسش کا ہم کو کیا غم، وہاں تو ساحرؔ یہ ہوگا عالم
ملائکہ کو رُلائیں گے ہم کلام اپنا سنا سنا کے

طرحی سلام
سلام خواں: انجمنِ عابدیہ کاظمیہ کراچی

سلام

لذتِ غم تو غمِ اولادِ پیغمبرؐ میں ہے
زندگانی کا مزہ بس ماتمِ سرورؑ میں ہے

وہ تجلّی ، وہ چمک اشکِ غمِ سرورؑ میں ہے
میری پلکوں پہ ہیں آنسو ، نور دنیا بھر میں ہے

حشر تک کرتے رہیں گے ماتمِ شبیرؑ ہم
جو قیامت تک نہ جائے گا وہ سودا سر میں ہے

جتنا باطل نے دبایا اس قدر ابھرا ہے یہ
ماتمِ سبطِ پیمبرؐ اب تو دنیا بھر میں ہے

اور تو سب آچکے ، اب رن میں آئے ہیں علیؑ
اب وہ ہوگا جو نصیبِ مرحبؔ و عنترؔ میں ہے

پوچھیئے اژدر سے ، خیبر سے ، پرِ جبریلؑ سے
کس غضب کا زور دست و بازوئے حیدرؑ میں ہے

بابِ شہرِ علم سے دو خاص در منسوب ہیں
ایک دیوارِ حرم میں ، ایک درِ خیبر میں ہے

حبِ دنیا مٹ گئی ، عشقِ علیؑ دل میں بسا
غیر کا قبضہ اٹھا ، اب گھر کا مالک گھر میں ہے

ہیں محمدؐ کے گھرانے میں محمدؐ سب کے سب
نورِ پیغمبرؐ کا جلوہ آلِ پیغمبرؐ میں ہے

یہ وہ دنیا ہے جسے مولاؑ مرے ٹھکرا چکے
مجھ کو بھی کیا کام اس سے، یہ مری ٹھوکر میں ہے

آ گیا ہے کیا نظر ماہِ محرم، دیکھنا
آج یہ کیسی کسک میرے دلِ مضطر میں ہے

فاطمہؑ کے دم قدم سے رشکِ جنت ہے وہ گھر
مجلسِ سبطِ پیمبرؐ جب بھی جس کے گھر میں ہے

دیکھ کر عباسؑ کی ضربت علیؑ یاد آ گئے
جب تو اتنی تھرتھری جبریلؑ کے شہپر میں ہے

امتحاں گاہِ وفا میں ہیں حسینؑ ابنِ علیؑ
یا مجسم صبر اک انسان کے پیکر میں ہے

کربلا کے مرحبی تھرا گئے ہیں دیکھ کر
وہ جلالِ حیدریؑ عباسؑ کے تیور میں ہے

قطع کر دے مقصدِ شبیرؑ کو بھی سر کے ساتھ
اس قدر طاقت کہاں قاتل ترے خنجر میں ہے

کس قلم سے اس کو لکھوں، کس زباں سے وہ کہوں
جو دلِ مادر کی حالت فرقتِ اصغرؑ میں ہے

دل پکڑ کر رہ گئے جنت میں محبوبِ خدا
کس قیامت کی یہ برچھی سینۂ اکبرؑ میں ہے

جس کی موجیں اُس کو تا کوثر بہا لے جائیں گی
وہ سمندر موجزن ساحرؔ کی چشمِ تر میں ہے

رباعی

دَم الفتِ شبیرؑ کا بھرتے بھرتے
ماتم شہِؑ مظلوم کا کرتے کرتے
موت آئے تو ہو لب پہ مرے ذکرِ حسینؑ
ہو وردِ زباں نام یہ مرتے مرتے

سلام خواں: جناب صادق حسین عرف چھمن صاحب مرحوم
انجمنِ حبابیہ کاظمیہ کراچی

سلام

حسنِ سقائے سکینہؑ جلوہ گر پانی میں ہے
یا چراغ طور روشن سر بسر پانی میں ہے

دیکھ کر عکسِ رخِ عباسؑ حیراں ہے فرات
پرتوِ مہتاب کیا دن دوپہر پانی میں ہے

جب وہاں موسیٰؑ کو دریا نے دیا تھا راستہ
اب یہاں عباسِؑ غازی کا گزر پانی میں ہے

دیکھ کر عباسؑ کو آنکھیں بچھاتے ہیں حباب
دیکھیے تو کس قدر حسنِ نظر پانی میں ہے

ایک تو نورِ رخِ عباسؑ ، پھر عکسِ علم
آج باہم جلوۂ شمس و قمر پانی میں ہے

چھوٹ سے پنجے کی موجیں ضوفشاں ہیں دور تک
اک چراغاں آج تا حدِ نظر پانی میں ہے

جب ہلیں موجیں تو دو ٹکڑے ہوا عکسِ علم
اک مسلسل منظرِ شق القمر پانی میں ہے

آنکھ سے عباسؑ کی دریا میں ٹپکا اشکِ غم
ہے صدف پانی سے باہر اور گہر پانی میں ہے

اللہ اللہ ، یہ وفائے اسپِ سقائے حسینؑ
لب بھی تر کرتا نہیں اور تا کمر پانی میں ہے

کربلا کی ریت پر تپتے ہوؤں کا ذکر کیا
وہ بھی ہیں گرمی سے مضطر جن کا گھر پانی میں ہے

بھن رہی ہے دھوپ کی شدت سے ہر موجِ فرات
ماہئ بے آب کی صورت مگر پانی میں ہے

جل رہے ہیں دیکھ کر دریا کو پیاسوں کے جگر
پیاس کے شعلوں کی حدت کا اثر پانی میں ہے

فکرِ ساحرؔ کو ملی منزل نئی ، جادہ نیا
رفِ رفِ مضموں کا اب گویا سفر پانی میں ہے

گھر کر لیا ہے سبطِ نبیؐ نے مرے دل میں
اس گھر میں ہمیشہ مرے سرکار رہیں گے

طرحی سلام

سلام خواں: انجمن عابدیہ کاظمیہ کراچی

سلام

شک اس میں یا حسینؑ کسی کو ذرا نہیں
جو آپ کا نہیں ہے وہ اللہ کا نہیں

جن کے دلوں میں عشقِ شہِ کربلا نہیں
ہرگز وہ عاشقانِ رسولِؐ خدا نہیں

اسلام زندہ ہو گیا جس کربلا کے بعد
اس کربلا کے بعد کوئی کربلا نہیں

جس طرح دو خدا نہیں اس کائنات میں
ویسے ہی بس حسینؑ کوئی دوسرا نہیں

بلوائیے مدینہ سے حیدرؑ کو یا نبیؐ
لشکر میں اور کوئی بھی خیبر کشا نہیں

جب سے دعائے ذکرِ شہِ دیں ہوئی قبول
اس دن سے دل میں اور کوئی مدعا نہیں

مل جائے جس کو بھی درِ شبیرؑ مثلِ حرؑ
وہ مڑ کے بھی کسی کی طرف دیکھتا نہیں

مکہ ، مدینہ ہو کہ نجف اور کربلا
جنت کا اور ان کے سوا راستا نہیں

فکرِ حسینؑ کی جو بلندی کو پا سکے
اب تک بشر کی فکر میں وہ اِرتقا نہیں

ایسا گھرا ہے ابرِ غمِ شاہِ کربلا
کتنا برس چکا مگر اب تک کھلا نہیں

انسان کوئی خوش نہیں ظلمِ یزید سے
ہر قوم کہہ رہی ہے کہ اچھا کیا نہیں

خود انتہائے ظلم پہ ظالم بھی کہہ اٹھا
صبرِ حسینؑ کی تو کوئی انتہا نہیں

کیوں حرملہ نے تیر چلایا صغیرؑ پر
اس بے زبان کی تو کوئی بھی خطا نہیں

اللہ ، انقلابِ زمانہ تو دیکھیے
زہراؑ کی بیٹیوں کے سروں پر ردا نہیں

ساحرؔ ، کروں نہ ذکرِ شہ دیں تو کیا کروں
اس کے سوا کسی بھی سخن میں مزا نہیں

طرحی سلام

سلام خواں: انجمنِ عابدیہ کا محب کراچی

سلام

جس گھڑی بھی چاہنے والوں کو یاد آئے حسینؑ
دل میں درد اٹھا ، لبوں پر آ گیا ہائے حسینؑ

ہر بشر ، ہر قوم کے لب پر ہے اب ہائے حسینؑ
درد بن کر کائناتِ دل پہ یوں چھائے حسینؑ

اس قدر تو دل میں پیدا ہو تمنائے حسینؑ
جاگتی آنکھوں سے دیکھوں روئے زیبائے حسینؑ

تین جذبے ، بس یہی بنیاد ہیں ایمان کی
عشقِ احمدؐ ، حبِ حیدرؑ اور تولائے حسینؑ

جھک نہیں سکتا ہے سر اس کا کسی دہلیز پر
جس کے دل میں عشقِ حق ہو ، سر میں سودائے حسینؑ

ساغرِ کوثر بھی دیں گے ساقیٔ کوثر اسے
جس کو مل جائے یہاں جامِ تولائے حسینؑ

عقلِ انساں کی رسائی ان کی رفعت تک کہاں
ہر بلندی سے بلندی پر نظر آئے حسینؑ

یا خدا ، مجھ کو بھی ایسا ایک سجدہ ہو نصیب
میری پیشانی ہو اور نقشِ کفِ پائے حسینؑ

ہم کہاں اور دعویٔ عشقِ حسینیت کہاں
ہاں ، کوئی حُرؔ ہو تو کہیے اس کو شیدائے حسینؑ

حُرؔ کو دیکھو عیشِ دنیا چھوڑ کر مرنے چلا
ایسے ہی ہوتے ہیں جو ہوتے ہیں شیدائے حسینؑ

ظلم سے دبنا نہیں اور ظلم خود کرنا نہیں
یہ ہماری زندگی سے ہے تقاضائے حسینؑ

وہ علیؑ ہوں منزلِ نصرت میں یا عباسؑ ہوں
وہ تمنائے محمدؐ ، یہ تمنائے حسینؑ

گردنِ اسلام پر چلنے کو تھی تیغِ یزیدؔ
ایسے نازک وقت میں امداد کو آئے حسینؑ

ہے بہارِ گلشنِ اسلام جن سے حشر تک
ایسے ایسے پھول مقتل میں سجا آئے حسینؑ

کیوں نہ اکبرؑ سے جواں کو حق پہ کر دیں یہ فدا
جو رضائے ربِّ اکبر ہے وہ منشائے حسینؑ

کانپ اٹھی خود قضا بھی ، ظلم بھی چکرا گیا
لے کے اک بے شیر کو مقتل میں جب آئے حسینؑ

بعدِ قتلِ شہؑ یہ زینبؑ کی بکا تھی دشت میں
ہو گئے تم ذبح ، ہم دیکھا کیئے ہائے حسینؑ

لٹ گیا اسباب ، خیمے جل گئے ، اب کیا کریں
چادریں تک چھن گئیں اے میرے ماںجائے حسینؑ

ہو گئے بے والی و وارث ہم اب اس دشت میں
چھوڑ کر ہم کو سدھارے تم کہاں ہائے حسینؑ

پڑھ لو ساحرؔ فاتحہ بہرِ مجاہدؔ لکھنوی★
آخری دم تک بھی جن کے لب پہ تھا ہائے حسینؑ

★ معروف شاعر حضرت مجاہدؔ لکھنوی مرحوم جن کے سلام اور نوحے بہت مقبول ہیں۔ ۱۹۹۵ء میں ان کا انتقال کراچی میں ہوا۔

ہے رقص و سرود آج زمانہ کی ثقافت
اور اپنی ثقافت ہے عزاداریِ شبیرؑ

نوحے

ذکرِ مظلومؑ میں ساحؔر سرِ کاغذ ہم تو
دل کے ٹکڑے بھی سجا دیتے ہیں اشعار کے ساتھ

☆

اشاعتِ غمِ شبیرؑ اشک و آہ سے ہے
یہ نخل پھل نہیں سکتا ہے اِس فضا سے الگ

بصد خلوص اسے ہم گلے لگاتے ہیں
جسے بھی عقیدتِ غمِ حسینؑ سے ہے

☆

حشر تک کرتے رہیں گے ماتمِ شبیرؑ ہم
جو قیامت تک نہ جائے گا وہ سودا سر میں ہے

☆

یہ کہہ رہے تھے شہیدوں کے سر سنانوں پر
ہمارے سامنے کوئی نہ سر اٹھا کے چلے

☆

تیر کھا کر ہنس دیئے اصغرؑ تو ظالم رو دیئے
ظلم نے اِس انتہا تک آ کے ہمت ہار دی

☆

جس کا سر نوکِ سناں پر بھی ہے آگے آگے
اسی قائد نے قیادت کا بھرم رکھا ہے

طرحی نوحہ

نوحہ خواں: انجمن عابدیہ کاظمیہ کراچی

نوحہ

نوحہ کرتے ہیں حرمؑ سب یہ دلِ زار کے ساتھ
ہائے، کیا ظلم ہوئے عترتِ اطہار کے ساتھ

نکلے یثرب سے حرمؑ جب شہِ ابرار کے ساتھ
ظلم بڑھتے ہی رہے وقت کی رفتار کے ساتھ

اُس کے ہاتھوں کو کیا چھپ کے قلم اعداء نے
دم نکل جاتے تھے جس شیر کی للکار کے ساتھ

کیسے عباسؑ کریں جنگ کہ اب تو کٹ کر
گر گیا ہاتھ بھی چلتی ہوئی تلوار کے ساتھ

ق

کون کہتا ہے کمیں گاہ سے جب وار ہوا
"حوصلے کٹ کے گرے دستِ علمدارؑ کے ساتھ"
(مصرعِ طرح)

حوصلے کٹتے نہیں اور نہ گرتے ہیں کبھی
نہ تو شمشیر، نہ خنجر کے کسی وار کے ساتھ

حوصلہ کم نہ ہوا اور نہ ہمت ٹوٹی
جب تلک مشک میں پانی تھا علمدارؑ کے ساتھ

خونِ عباسؑ سے دریا بھی لہو رنگ ہوا
آگ پانی میں لگی خون کی بوچھار کے ساتھ

بے ردا زینبؑ و کلثومؑ ہیں بعدِ عباسؑ
چادریں سر سے گریں قتلِ علمدارؑ کے ساتھ

حرملہؑ نے ہے غضب تیر چلایا ایسا
چھد گیا ماں کا بھی دل گردنِ دلدار کے ساتھ

صرف چھ ماہ کے بے شیر پہ ہے ہے یہ ستم
ایسے بچوں سے تو پیش آتے ہیں سب پیار کے ساتھ

تیر کھا کر بھی یہ اصغرؑ کا تبسم دیکھو
کشتیاں یوں بھی لڑا کرتی ہیں منجدھار کے ساتھ

باپ کے ساتھ ہیں نیزوں پہ سفر میں اصغرؑ
سر ہے بے شیر کا فرقِ شہؑ ابرار کے ساتھ

شمرؑ نے منھ پہ سکینہؑ کے طمانچے مارے
کس قدر ظلم کیا پھول سے رخسار کے ساتھ

جانتی تھیں کہ وہی ہوگا کفن بیٹے کا
ماں نے کرتا جو سیا آنسوؤں کے تار کے ساتھ

ظالموں نے تنِ شہؑ پر نہ وہ کرتا چھوڑا
ماں کا دل جس میں تھا لپٹا ہوا ہر تار کے ساتھ

ماں کی آغوش میں ہوتے ہیں جو اب ذبح حسینؑ
لپٹی جاتی ہے وہ خود خنجرِ خونخوار کے ساتھ

چادریں چھن گئیں ، خیمے بھی جلے ، گھر بھی لٹا
ظلم کیا کیا نہ ہوئے عترتِ اطہارؑ کے ساتھ

یا علیؑ ، دیکھئے عابدؑ کو سہارا آ کر
تپ بھی ہے، ضعف بھی ہے راہ کے آزار کے ساتھ

کل تھیں زہراؑ سرِ دربارِ حکومت ، اور آج
ان کی بیٹی ہے اسی جراءتِ گفتار کے ساتھ

ہائے افسوس کہ دربار میں خود زینبؑ کو
گفتگو کرنا پڑی قاتلِ بےخوار کے ساتھ

خطبۂ زینبؑ و کلثومؑ پہ اہلِ دربار
سر کو ٹکراتے تھے اک اک در و دیوار کے ساتھ

ذکرِ مظلومؑ میں ساحرؔ سرِ کاغذ ہم تو
دل کے ٹکڑے بھی سجا دیتے ہیں اشعار کے ساتھ

طرحی نوحہ

نوحہ خواں: انجمن عابدیہ ناظمیہ کراچی

نوحہ

لٹ رہی ہے آپ کی سرکار ، زینبؑ کیا کرے
یا علیؑ یا حیدرِؑ کرار ، زینبؑ کیا کرے

خونِ دل سے جس کو سینچا تھا رسول اللہؐ نے
ہے خزاں کی زد پہ وہ گلزار ، زینبؑ کیا کرے

زلزلے میں ہے زمیں ، خوں رو رہا ہے آسماں
قتلِ شہؑ کے ہیں یہ سب آثار ، زینبؑ کیا کرے

لیجیئے اب آ گئی شامِ غریباں دشت میں
پھر ہیں تازہ حشر کے آثار ، زینبؑ کیا کرے

اب نہ ہیں شہؑ اور نہ لشکر ہے ، نہ انصارِ حسینؑ
کیسے رو کے ظلم کی یلغار ، زینبؑ کیا کرے

آگ خیموں میں لگا دی ہے سپاہِ شام نے
جل رہا ہے دشت میں گھر بار ، زینبؑ کیا کرے

جل کے خیمے میں ہی مر جائے کہ نکلے بے ردا
تم بتاؤ عابدِؑ بیمار ، زینبؑ کیا کرے

اب نہ خیمے ہیں ، نہ بچوں کے لیئے آب و غذا
ہو گئی ہے کس قدر لاچار زینبؑ ، کیا کرے

کیا کرے کانوں کے زخموں کا سکینہؑ کے علاج
خوں سے ترنجی کے ہیں رخسار ، زینبؑ کیا کرے

بنتِ شیرِ کبریا دیتی ہے پہرا دشت میں
اس سے بڑھ کر اور اب لاچار زینبؑ کیا کرے

اب اسیرِ ظلم ہونے کو ہے آلِؑ مصطفیٰؐ
ہے یہ منزل کس قدر دشوار ، زینبؑ کیا کرے

چھن چکیں سر سے ردائیں ، ہاتھ باندھے جا چکے
کوچ پر ظالم ہیں اب تیار ، زینبؑ کیا کرے

یہ اسیرانِ ستم بیوائیں ، بچے بے پدر
اب وہی ہے سب کی ذمہ دار ، زینبؑ کیا کرے

بھائیوں ، بچوں کے لاشے بے کفن ہیں دشت میں
بے ردا ہے عترتِ اطہار ، زینبؑ کیا کرے

یہ ہجومِ عام ، یہ تشہیر ، یہ بے چادری
یہ نبیؐ کی آلؑ ، یہ بازار ، زینبؑ کیا کرے

بے ردا اہلِ حرم ہیں اور ہجومِ عام ہے
بن گئی ہے ہر نظر تلوار ، زینبؑ کیا کرے

کس طرح سے دے سہارا عابدِؑ بیمار کو
ختم ہے اب طاقتِ رفتار ، زینبؑ کیا کرے

راہ کٹتی ہی نہیں ہے شام کے بازار کی
تھم گئی ہے وقت کی رفتار ، زینبؑ کیا کرے

مانگتا ہے اب کنیزی میں سکینہؑ کو کوئی
سر پہ کھینچے ہیں عدو تلوار ، زینبؑ کیا کرے

گونجتی ہے آج تک ساحرؔ فضا میں یہ صدا
یا علیؑ یا حیدرِؑ کرار ، زینبؑ کیا کرے

ساحرؔ ، چراغِ ماتم پلکوں پہ جل رہے ہیں
دل بن گیا ہے اپنا فرشِ عزائے زینبؑ

....

اے عزادارو ، غمِ شہؑ میں بُکا ہوتی رہے
کیا ہوا دنیا جو ہوتی ہے خفا ، ہوتی رہے

نوحہ خواں: انجمنِ عابدیہ کاظمیہ کراچی

نوحہ

کہتی تھیں رو کر بانوئے مضطر ، اور نہ اب تڑپاؤ سکینہؑ
خاک پہ کب تک سوتی رہوگی ، گود میں اب آجاؤ سکینہؑ

پھٹ گیا دل غم سہتے سہتے ، اور نہ غم اٹھواؤ سکینہؑ
تھک گئیں آنکھیں روتے روتے ، اور نہ اب رُلواؤ سکینہؑ

اب تو تمھارا غم سہنے کی دل میں نہیں طاقت ہے ذرا بھی
یا تو ہمارے پاس تم آؤ ، یا ہم کو بلواؤ سکینہؑ

اٹ گئی ہوگی خاک میں سب تم، آؤ دُھلا دوں چاند سا مکھڑا
بال سنواروں ، کپڑے بدل دوں ، پاس مرے آجاؤ سکینہؑ

کب سے ترستی ہیں یہ نگاہیں، کب سے تمھیں دیکھا ہی نہیں ہے
اب تو دکھا دو چاند سی صورت ، اب نہ ہمیں ترساؤ سکینہؑ

اب نہ چھپو ڈر ڈر کے مری جاں ، اب تو یہاں پر شمرؔ نہیں ہے
اب نہ کوئی مارے گا طمانچے ، اب نہ ذرا گھبراؤ سکینہؑ

گود میں لے کر باپ کے سر کو آ کے یہاں منھ ڈھانپ کے بیٹھو
آئے ہیں سب پُرسے کے لیئے اب، تم ہو کہاں، آجاؤ سکینہؑ

مِنّتیں کر کے ہار گئی میں ، پھر بھی تمھیں کچھ دھیان نہ آیا
اب تو مری آغوش میں آؤ ، اب نہ مجھے تڑپاؤ سکینہؑ

شام کا زنداں ، رات اندھیری ، قبر میں تم ہو ہائے اکیلی
ماں کے دھڑکتے دل کو یہ ڈر ہے ، تم نہ کہیں ڈر جاؤ سکینہؑ

گود کو ماں کی چھوڑ کے آخر قبر میں کیوں سوئی ہو مری جاں
آؤ ، مری آغوش میں آ کر چین سے اب سو جاؤ سکینہؑ

کرب و بلا کی جلتی زمیں پر بھائی کو تم نے چھوڑ دیا تھا
چھوٹ کے تم سے روتا ہے اصغرؑ ، آ کے اسے بہلاؤ سکینہؑ

شام سے لے کر تا بہ مدینہ گونجتی ہے فریاد یہ ساحرؔ
رحم کرو اب حال پہ ماں کے ، تم ہو کہاں ، آ جاؤ سکینہؑ

کم سے کم ہے یہ تو ساحرؔ ذکرِ مولاؑ کا صلہ
ہم پہ محشر تک بہتّرؑ کی عطا ہوتی رہے

نوحہ خواں: انجمنِ عابدیہ کاظمیہ، کراچی
انجمنِ عباسیہ قدیم، کراچی

نوحہ

قبر پہ زہراؑ کی اک دکھیا یوں رو رو چلائی ہے
کرب و بلا میں گھر کو لٹا کر اماں، زینبؑ آئی ہے
اماں ، زینبؑ آئی ہے

قبر سے اٹھو ، دل کو سنبھالو ، بیٹی کی فریاد سنو
جو کچھ گزری کرب و بلا میں ، تم کو سنانے آئی ہے
اماں ، زینبؑ آئی ہے

خون بھرا بے شیر کا کُرتا بھائی کا بوسیدہ جامہ
دیکھو ، دکھیا دشتِ بلا سے کیا کیا تحفے لائی ہے
اماں ، زینبؑ آئی ہے

ہائے ، وہ جس کو ناز و نعم سے بچپن سے پالا تھا
آج تمھاری وہ شہزادی بے کس ہے ، دکھ پائی ہے
اماں ، زینبؑ آئی ہے

ہائے وہ اکبرؑ، ہائے وہ اصغرؑ، ہائے وہ قاسمؑ، ہائے حسینؑ
کس کس کا تم حال سنو گی ، سب کی سنانی لائی ہے
اماں ، زینبؑ آئی ہے

ہم تو شام سے چھوٹ کے آئے ، بالی سکینہؑ آ نہ سکی
ہائے ، لحد میں آج بھی تنہا باپ کی وہ شیدائی ہے
اماں ، زینبؑ آئی ہے

باغِ نبیؐ کا ایسا اجڑا پھول کہیں ، کلیاں ہیں کہیں
میں ہوں تمھاری قبر پہ گریاں، دشتِ بلا میں بھائی ہے
اماں ، زینبؑ آئی ہے

جس کا ہو عباسؑ سا بھائی ، عونؑ و محمدؑ سے بیٹے
اپنے بازو پر وہ رسن کے نیل دِکھانے آئی ہے
اماں ، زینبؑ آئی ہے

ایک یہی تو نیل نہیں ہے، اور بہت سے زخم بھی ہیں
دل کے بہتّر زخم تو دیکھو ، ان میں بڑی گہرائی ہے
اماں ، زینبؑ آئی ہے

جس گھر میں دن رات ملائک بہرِ زیارت آتے تھے
آج وہاں ہے غم کا بسیرا ، درد کی بدلی چھائی ہے
اماں ، زینبؑ آئی ہے

ہائے ، مرا چھ ماہ کا اصغرؑ ڈر نہ رہا ہو تربت میں
رات بھیانک ، قبر اندھیری ، جنگل ہے ، تنہائی ہے
اماں ، زینبؑ آئی ہے

اہلِ عزا یہ نوحہ سن کر کیا کیا روئے ہیں ساحر
قبرِ پیمبرؐ ، تربتِ زہراؑ لرزی ہے ، تھرائی ہے
اماں ، زینبؑ آئی ہے

نوحہ خواں: انجمن عابدیہ کاظمیہ، کراچی

نوحہ

تھی سکینہؑ کی صدا ، مجھ کو بلا لو بابا
نیند کا وقت ہے ، سینہ پہ سلا لو بابا

مجھ کو اس آگ سے ، اس خون سے ڈر لگتا ہے
اپنے دامن میں کہیں مجھ کو چھپا لو بابا

گر پڑی ہوں میں یہاں راہ میں ٹھوکر کھا کر
گود میں اپنی مجھے آ کے اٹھا لو بابا

مجھ کو مارے نہ طمانچے وہ ستم گار کہیں
شمرؔ آتا ہے ، مجھے اس سے بچا لو بابا

قبرِ اصغرؑ پہ بہت روئے تھے ، میں جانتی ہوں
میری حالت پہ بھی دو اشک بہا لو بابا

میرا دل گردنِ اصغرؑ سے سوا زخمی ہے
دل کے یہ زخم کسی کو بھی دکھا لو بابا

اپنے چہرے پہ لگایا ہے جو خوں اصغرؑ کا
میرے کانوں کا لہو بھی تو لگا لو بابا

اب نہیں دل میں ذرا بھی جو محبت میری
میں بھی ہوتی ہوں بس اب تم سے خفا ، لو بابا

آج کیا ہے کہ مرے ناز اٹھاتے ہی نہیں
اپنی روٹھی ہوئی بیٹی کو منالو بابا

اب نہ عمو ہیں ، نہ بھائی ہیں جو بہلائیں مجھے
جتنا جی چاہے مجھے آج رُلالو بابا

مجھ سے ناراض ہو ، بھیا سے تو ناراض نہیں
ان کو اب خیمہ میں جلنے سے بچالو بابا

لٹ گیا جو بھی تھا سامان ہمارے گھر میں
میری اماں کی ردا کو تو بچالو بابا

بے ردا میں بھی ہوں، اماں بھی ہیں، پھوپھیاں بھی سبھی
کیسے دیکھو گے ، نگاہوں کو جھکالو بابا

میری فریاد سے تڑپے تو تڑپ جاؤں گی مَیں
ٹیس اٹھتی ہوئی سینہ میں دبالو بابا

تم کو مقتل کے اندھیرے سے جو ڈر لگتا ہو
میرے اشکوں کے چراغوں کو جلالو بابا

اب تو بننے کو ہے زنداں میں لحد بھی میری
اور کچھ روز مرے ناز اٹھالو بابا

دل کو تڑپاتی تھی ساحرؔ یہ سکینہؑ کی صدا
اپنی بیٹی کو طمانچوں سے بچالو بابا

طرحی نوحہ

نوحہ خواں: انجمن عابدیہ کاظمیہ کراچی

نوحہ

یوں بزمِ غم سجائی ہم نے برائے زینبؑ
آنکھیں فراتِ ماتم ، دل کربلائے زینبؑ

ہم آئے ہیں جہاں میں مظلوم کی عزا کو
ہم ہیں دعائے زہراؑ ، ہم مدعائے زینبؑ

نظروں میں کربلا ہے ، نظریں جھکی ہیں اپنی
ہر اشک بن گیا ہے پردہ برائے زینبؑ

اللہ ری نمازیں ، اللہ رے یہ سجدے
جھک جائے آسماں بھی جب سر جھکائے زینبؑ

شاید کیے گئے ہیں خلق اس جہاں میں باہم
زینبؑ برائے ماتم ، ماتم برائے زینبؑ

در اُن کا جل رہا تھا ، گھر اِن کا جل رہا ہے
وہ امتحانِ زہراؑ ، یہ اِبتلائے زینبؑ

عباسؑ ہیں نہ اکبرؑ ، اب کون دے سہارا
بھائی کی لاش رن سے کیسے اٹھائے زینبؑ

بعدِ حسینؑ سب کو تسکیں دے رہی ہیں
زخموں پہ رکھ رہی ہیں لفظوں کے پھائے زینبؑ

زعمِ یزیدیت کو شبیرؑ نے مٹایا
اب قصرِ شام و کوفہ خطبوں سے ڈھائے زینبؑ

وہ وقت آ گیا ہے ، لہجہ کی گھن گرج سے
دنیا کو اب علیؑ کی جرأت دکھائے زینبؑ

پیشِ یزیدؔ کیسے اعلانِ حق کیا تھا
تاریخ سن رہی ہے اب تک صدائے زینبؑ

کرب و بلا سے کوفہ ، کوفہ سے شام تک ہیں
زینبؑ عصائے عابدؑ ، عابدؑ عصائے زینبؑ

یہ ظلم یہ اسیری ، یہ غم یہ بے ردائی
اے ظالمو بتاؤ ، کیا ہے خطائے زینبؑ

مجمع میں بے ردا ہے ، غیرت سے مر نہ جائے
اے خاکِ راہِ کوفہ ، بن جا ردائے زینبؑ

دیکھا جو حال اِن کا جھک جھک کے آسماں سے
حوریں بھی رو رہی ہیں کہہ کہہ کے ہائے زینبؑ

رخ ہے نجف کی جانب فریاد کر رہی ہیں
بابا ، کہاں تلک اب یہ دکھ اٹھائے زینبؑ

نانا ہیں اور نہ بابا ، اماں ہیں اور نہ بھائی
اب دکھ بھری کہانی کس کو سنائے زینبؑ

بی بی یہ کون ہے جو چھپ چھپ کے رو رہی ہے
زنداں میں گونجتی ہے آواز ، ہائے زینبؑ

کر کر کے ظلم ظالم آخر کو تھک گئے ہیں
اب اپنے صبر کی حد کیسے دکھائے زینبؑ

اللہ رے ، اوجِ مریمؑ ، لیکن یہ سوچتا ہوں
جو کربلا میں ہوتیں مریمؑ بجائے زینبؑ؟

ہنگامِ قتلِ شہؑ کو کتنی یہ فکر ہوگی
جب چل رہا ہو خنجر تب آ نہ جائے زینبؑ

نانا ، کی قبر پہ ہیں قدسی بھی ، انبیاؑ بھی
بازو کے نیل آخر کیسے دکھائے زینبؑ

ساحر ، چراغِ ماتم پلکوں پہ جل رہے ہیں
دل بن گیا ہے اپنا فرشِ عزائے زینبؑ

ذکرِ شبیرؑ کو جنت میں بھی خاتونِ جناںؑ
یاد فرمائیں گی ساحر سے وفاداروں کو

نوحہ خواں: انجمن عابدیہ کاظمیہ کراچی
انجمن عباسیہ قدیم کراچی

نوحہ

ہائے وہ کربلا ، ہائے وہ بے کسی
اہلِ بیت نبیؐ کی وہ بے چارگی
روزِ عاشور اور حشر کی وہ گھڑی
جب تڑپ کے یہ زینبؑ نے آواز دی
یا علیؑ المدد ، المدد یا علیؑ

صبح سے فوجِ کیں برسرِ جنگ ہے
بارشِ تیر ہے ، ضربتِ سنگ ہے
عرصۂ زندگی ہم پہ اب تنگ ہے
یوں جفا کے شکنجہ میں ہے زندگی
یا علیؑ المدد ، المدد یا علیؑ

میرے بابا ، عدو ہر ستم ڈھا چکے
جتنے انصار تھے جان سے جا چکے
سب کے لاشے امامِ زماں لا چکے
کوئی ناصر ہے اب اور نہ یاور کوئی
یا علیؑ المدد ، المدد یا علیؑ

دیکھیے ، میرے بچے بھی مرنے گئے
رن کو اعدا کی لاشوں سے بھرنے گئے
جاں فدا میرے بھائی پہ کرنے گئے

لیجیئے ، رن سے ان کی خبر آ گئی
یا علیؑ المدد ، المدد یا علیؑ
خونِ قاسمؑ سے ساری زمیں لال ہے
لاشِ ابنِ حسنؑ رن میں پامال ہے
یہ ترائی میں عباسؑ کا حال ہے
ہاتھ بھی کٹ گئے ، مشک بھی چھد گئی
یا علیؑ المدد ، المدد یا علیؑ
ہائے ، اکبرؑ کے سینہ پہ نیزہ لگا
خاک پر میرا کڑیل جواں گر پڑا
چپ کھڑے ہیں سرہانے امامؑ ہدا
لاش کیسے اٹھائیں جواں لال کی
یا علیؑ المدد ، المدد یا علیؑ
رن میں لائے ہیں اصغرؑ کو شاہِؑ امم
کیا یہ ننھا سا پودا بھی ہوگا قلم
چھ مہینے کی جان اور تیرِ ستم
آج تو ظلم کی انتہا ہو گئی
یا علیؑ المدد ، المدد یا علیؑ
اب تو مقتل میں تنہا ہے بھائی مرا
سر ہے سجدہ میں گردن پہ تیغِ جفا
بہہ رہا ہے لہو ، کٹ رہا ہے گلا
وقتِ امداد ہے یا علیؑ ، یا علیؑ

یا علیؑ المدد ، المدد یا علیؑ

کر کے پامال مظلوم کی لاش اب
چھوڑ کر خاک پر جسمِ صد پاش اب
یوں نکالیں گے وہ بغض و پرخاش اب
گھر ہمارا جلائیں گے اب یہ شقی

یا علیؑ المدد ، المدد یا علیؑ

دیکھیئے ، آ رہے ہیں ادھر وہ لعیں
زلزلے میں ہے ٹاپوں سے رن کی زمیں
اس قیامت سے بڑھ کر قیامت نہیں
آگئی ، ہائے وہ فوجِ شام آگئی

یا علیؑ المدد ، المدد یا علیؑ

آگ کیسی شرربار خیمہ میں ہے
میرے بھائی کا دلدار خیمہ میں ہے
میرا سجادؑ بیمار خیمہ میں ہے
آگ اب اس کے بستر کے پاس آگئی

یا علیؑ المدد ، المدد یا علیؑ

جلتے خیموں سے اٹھنے لگا اب دھواں
گھر سے نکلی سکینہؑ مری ناگہاں
کچھ بتائیں اب اس کو میں ڈھونڈھوں کہاں
میری بچی نہ جانے کہاں کھو گئی

یا علیؑ المدد ، المدد یا علیؑ

آگ بھی لگ چکی، گھر بھی اب لٹ چکا
سارا سامانِ شاہِؑ عرب لٹ چکا
جتنا اسباب تھا سب کا سب لٹ چکا
اب تو لٹتی ہے بابا ردا بھی مری
یا علیؑ المدد، المدد یا علیؑ

بے ردا ہو چکے ہیں سرِ عام ہم
لشکرِ شام ہے اور اہلِ حرمؑ
کس سے مانگیں مدد اب اسیرِ ستم
ہائے یہ بے کسی، ہائے یہ بے بسی
یا علیؑ المدد، المدد یا علیؑ

دیکھیے، وہ سحر ہو رہی ہے عیاں
جلتے خیموں سے اٹھتا ہے اب بھی دھواں
لا رہے ہیں شقی طوق اور بیڑیاں
اب اسیرِ ستم ہوگی آلِ نبیؐ
یا علیؑ المدد، المدد یا علیؑ

آپ کی بیٹیاں اب تو بے آس ہیں
مبتلائے غم و حسرت و یاس ہیں
اب نہ قاسمؑ، نہ اکبرؑ، نہ عباسؑ ہیں
ساری دنیا میں اپنا نہیں کوئی بھی
یا علیؑ المدد، المدد یا علیؑ

وقتِ مشکل ہے، مشکل کشا آیئے

میرے آقا ، اب امداد فرمایئے
میرے بابا ، کہاں ہیں ؟ اب آ جایئے
آپ کی لاڈلی قید ہو کر چلی
یا علیؑ المدد ، المدد یا علیؑ
ہائے بابا ، یہ دربارِ شام آ گیا
ہے رسن بستہ کنبہ یہ سب آپ کا
شرم سے سر جھکائے ہے آلِ عبا
ہم پہ نظریں ہیں اب سارے دربار کی
یا علیؑ المدد ، المدد یا علیؑ
کیا برا ہائے ساحرؔ زمانہ ہے یہ
دیکھ لے ، شام کا قیدخانہ ہے یہ
اہلِ بیتِ نبیؐ کا ٹھکانہ ہے یہ
گونجتی ہے جہاں یہ صدا آج بھی
یا علیؑ المدد ، المدد یا علیؑ

نوحہ خواں: انجمن عابدیہ کاظمیہ کراچی

نوحہ

عصر کا وقت اور کربلا رن میں تنہا ہیں شاہِ ہدا
چور زخموں سے سارا بدن خوں کی دھاروں سے رنگیں قبا
ایسے عالم میں پہنچا وہاں ایک قاصد پریشان سا
شہ پہ دیکھے جو ایسے ستم ان کی حالت پہ وہ رو دیا
پوچھ کر حالِ زارِ حسینؑ ان کو صغرا کا خط دے دیا
شہ نے دل سے لگا کر وہ خط اب اسے کھول کر جو پڑھا
دل پہ بجلی سی اک گر پڑی خط میں صغرا نے لکھا یہ تھا
یا تو بابا، اب آ جایئے یا مجھے پاس بلوایئے
ورنہ صغرا تو مر جائے گی

جب سے آپ اس سفر پر گئے مجھ کو بے آسرا کر گئے
میرے بارے میں سوچا نہیں سب سے چھٹ کر یہ گھبرائے گی
میرے بابا، اب آ جایئے یا مجھے آپ بلوایئے
ورنہ صغرا تو مر جائے گی

ہیں نہ بھائی نہ بہنیں نہ ماں کتنا ویران ہے یہ مکاں
ایسے عالم میں اب کب تلک زندگی ٹھوکریں کھائے گی
سب کو لے کر اب آ جایئے یا تو پاس اپنے بلوایئے
ورنہ صغرا تو مر جائے گی

گھر میں عونؑ و محمدؑ نہیں
اور نہ قاسمؑ سا وہ مہ جبیں
سب کی فرقت میں یہ زندگی
جیسے گزرے گزر جائے گی
یا انہیں لے کر آ جایئے
یا کسی کو تو بھجوایئے
ورنہ صغرؑا تو مر جائے گی

کب سے اکبرؑ کو دیکھا نہیں
میں کہیں ، میرا بھائی کہیں
کب پلٹ کر وہ گھر آئیں گے
کب وہ صورت نظر آئے گی
میرے بھیا کو سمجھایئے
ان کو لے کر اب آ جایئے
ورنہ صغرؑا تو مر جائے گی

کہیئے بھیا کو میرا سلام
دیجئے پھر انہیں یہ پیام
ان کو آتی نہیں یاد میں
کب انہیں میری یاد آئے گی
اب تو بھیا چلے آیئے
اب بہن کو نہ تڑپایئے
ورنہ صغرؑا تو مر جائے گی

کیسے اصغرؑ کو نیند آئے گی
کس کی آغوش اسے بھائے گی
اس کی فرقت میں لیکن مجھے
نیند آئی نہ اب آئے گی
میرے اصغرؑ کو لے آیئے
مجھ کو اور اب نہ ترسایئے
ورنہ صغرؑا تو مر جائے گی

میری گودی میں سوتا تھا وہ
پاس اوروں کے روتا تھا وہ
اب تو میں سوچتی ہوں یہی
کیسے اصغرؑ کو نیند آئے گی
مجھ پہ بابا ترس کھایئے
میرے اصغرؑ کو لے آیئے
ورنہ صغرؑا تو مر جائے گی

زندگی مجھ کو بھاتی نہیں   موت بھی مجھ کو آتی نہیں
کیا پتہ تھا کہ میرے لیئے   زندگی موت بن جائے گی
یا تو جلدی اب آ جایئے   یا مجھے جلد بلوایئے
ورنہ صغرا تو مر جائے گی

کیسے پاس آپ کے آؤں میں   اب تو بہتر ہے مر جاؤں میں
مجھ کو جیتے ہوئے دیکھ کر   زندگی مجھ سے شرمائے گی
کچھ تو مجھ پر ترس کھایئے   اپنی صورت دکھا جایئے
ورنہ صغرا تو مر جائے گی

لاکھ بیٹی ہوں میں آپ کی   ہاں ، چہیتی نہیں باپ کی
آپ کے پاس کبریٰ تو ہیں   کیوں بھلا میری یاد آئے گی
یا مجھے یاد فرمایئے   یا مرے دل کو سمجھایئے
ورنہ صغرا تو مر جائے گی

اس سفر سے جب آپ آئیں گے   مجھ کو دنیا میں کب پائیں گے
ہر طرف ہوں گی ویرانیاں   جس طرف بھی نظر جائے گی
اب تو جلدی سے آ جایئے   انتظار اب نہ کھنچوایئے
ورنہ صغرا تو مر جائے گی

دیکھنا ہو جو زندہ مجھے   مجھ کو سب سے ملا دیجئے
گھر یونہی جو یہ ویراں رہا   موت خود اس میں در آئے گی
اب نہ دکھ اور اٹھوایئے   اب نہ اس غم میں رُلوایئے
ورنہ صغرا تو مر جائے گی

شہ نے ساحر جو خط یہ پڑھا   لاشِ اکبرؑ پہ آ کے کہا
لو یہ صغراؑ کا آیا ہے خط   سن کے خط نیند اڑ جائے گی
اب بہن کو نہ تڑپایئے   اس کو صورت دکھا آیئے
ورنہ صغراؑ تو مر جائے گی
میری بیٹی تو مر جائے گی
میری صغراؑ تو مر جائے گی

قطعہ

وسعتِ کارِ نبیؐ کی حد میں شامل کربلا
دین کی سینہ سپر ، باطل کی قاتل کربلا
کشتیٔ اسلام کے مالک نبیؐ ، لنگر حسینؑ
ایک ساحل ہے مدینہ ، ایک ساحل کربلا

نوحہ خواں: انجمنِ عابدیہ کاظمیہ کراچی

نوحہ

امِ لیلیٰؑ کی تھیں یہ صدائیں
چاند میرے ، کہاں تم نہاں ہو
کس طرف ڈھونڈنے جاؤں تم کو
ماں کو آواز دو ، تم کہاں ہو

دل مرا تھا بہت شاد تم سے
اب کروں کیا میں فریاد تم سے
ہائے ، مقتل ہو آباد تم سے
اور ویران میرا مکاں ہو

بجھ گیا ہے چراغِ تمنا
چھن گیا ہے نظر کا اجالا
ساری دنیا اندھیری ہے بیٹا
تم جو نظروں سے میری نہاں ہو

بن تمہارے یہ دنیا ہو یا گھر
ہے مجھے قید خانے سے بدتر
اب بلا لو مجھے بھی وہیں پر
اے مرے لعل ، تم اب جہاں ہو

اب کہاں شاہِ والا میں یہ دَم
یہ پہاڑ ایسی لاش اور کمر خم
باپ کا ہے ضعیفی کا عالم
اور بیٹے مرے ، تم جواں ہو

اپنے پیروں سے چل کر نہ آئے
اور باپ اس ضعیفی میں ہائے
لاش بیٹے کی مقتل سے لائے
اور بیٹا بھی کڑیل جواں ہو

کس پہ مائیں کریں اب بھروسا
ٹوٹ جائے جو ایسا سہارا
تم سا ہو شیر جس ماں کا بیٹا
اس کے بازو میں بھی ریسماں ہو

دیکھ سکتے ہو کیا میرے دلبر
مجمعِ عام ہو اور یہ مادر
منھ پہ مقنع ، نہ ہو سر پہ چادر
اور بازار میں کارواں ہو

کیوں ستم آسماں اب نہ ڈھائے
ماں کو بیٹے سے کیوں نہ چھڑائے
تم ہو مجبور مقتل میں ہائے
اور زنداں میں مجبور ماں ہو

شہ نے سجدے سے بھی داد پائی
یوں نمازِ شہادت پڑھائی
صبحِ شامِ غریباں اب آئی
پھر اذاں دو مری جاں ، کہاں ہو

اب گئے ہو تو ماں کیا بتائے
دودھ میرا اثر یوں دکھائے
کوئی لغزش نہ قدموں میں آئے
راہِ حق میں کوئی امتحاں ہو

ہے اجاڑ اب یہ گلزارِ ہستی
لُٹ گئی ہائے فصلِ جوانی
یوں نہ برباد ہو کوئی کھیتی
یوں نہ ویراں کوئی گلستاں ہو

دشت سے گھر میں آ جاؤ بیٹا
کیا بھلا ایسے جنگل میں رہنا
بہہ رہے ہوں جہاں خوں کے دریا
اور حدِ نظر تک دھواں ہو

تم شبیہ پیمبرؐ تھے بیٹا
دیکھ کر تم کو جیتے تھے آقاؑ
تم بن ان کا ہے دشوار جینا
تم تو مولاؑ کی روحِ رواں ہو

آئی جب دولھا بننے کی ساعت
چھن گئے ماں سے تم ، ہائے قسمت
اس جہاں میں کسی ماں کی محنت
یوں نہ اللہ کرے رائیگاں ہو

امِّ لیلیٰ کی فریاد ساحرؔ
میں تو ہوں نظم کرنے سے قاصر
اس کا دُکھ ہو بیاں کیسے آخر
جس کا اتنا کڑا امتحاں ہو

شوقِ مدحت ، ذوقِ غم ، فکرِ رسا ، رزقِ سخن
ہم کو ساحرؔ ھل اتیٰ کے در سے کیا ملتا نہیں

نوحہ خواں: انجمن عابدیہ عظمیٰ، کراچی

نوحہ

رو کے کہتی تھیں بانوئے مضطر
ماں کی گودی میں آجاؤ اصغرؑ
قبر میں ہے نہ تکیہ، نہ بستر
ماں کی گودی میں آجاؤ اصغرؑ

سونا جنگل، اندھیرا مکاں ہے
دشت میں خون ہے یا دھواں ہے
میری جاں، تم کو لگتا نہیں ڈر
ماں کی گودی میں آجاؤ اصغرؑ

لوریاں کون دیتا ہے تم کو
کون گودی میں لیتا ہے تم کو
کس کے زانو پہ رکھتے ہو تم سر
ماں کی گودی میں آجاؤ اصغرؑ

آندھیاں تم کو لوری سنائیں
زلزلے تم کو جھولا جھلائیں
اور فرقت میں تڑپے یہ مادر
ماں کی گودی میں آجاؤ اصغرؑ

قبر میں جو نہیں پاس مادر
رو رہے ہو وہاں کیا بلک کر
کانپتی ہے زمیں کیوں یہ تھر تھر

ماں کی گودی میں آجاؤ اصغرؑ
تم بن اب چین آئے تو کیسے
درد سے دل تڑپتا ہے ایسے
جیسے پہلو پہ چلتے ہوں خنجر
ماں کی گودی میں آجاؤ اصغرؑ
چھوڑ کر مجھ کو آقا سدھارے
تم بھی روٹھے ہو اے میرے پیارے
کیسا پایا ہے میں نے مقدر
ماں کی گودی میں آجاؤ اصغرؑ
ہیں نہ عباسؑ و قاسمؑ نہ اکبرؑ
اب ہیں عونؑ و محمدؑ نہ سرورؑ
اب تو ویران ہے یہ بھرا گھر
ماں کی گودی میں آجاؤ اصغرؑ
تم کو صغراؑ جو پوچھے گی بیٹا
کیا بتائے گی اس کو یہ دکھیا
جان دے دے گی رو رو کے تم پر
ماں کی گودی میں آجاؤ اصغرؑ
گود خالی ہے اور سر کھلا ہے
کس قیامت کا یہ سامنا ہے
موت آساں ہے، جینا ہے دوبھر
ماں کی گودی میں آجاؤ اصغرؑ
میرے دل نے یہ مجھ سے کہا تھا

پانی پیتے ہی آؤ گے بیٹا
تم تو میداں سے پلٹے نہ جا کر
ماں کی گودی میں آجاؤ اصغرؑ

ہر طرف ڈھونڈھتی ہے سکینہؑ
تم بن اس کو ہے دشوار جینا
گود میں اس کی دے دوں میں دلبر
ماں کی گودی میں آجاؤ اصغرؑ

اب نہ دم ہے، نہ تاب وتواں ہے
کوئی منزل نہ کوئی نشاں ہے
تم کو ڈھونڈھے کہاں جا کے مادر
ماں کی گودی میں آجاؤ اصغرؑ

تم بن آتا نہیں چین دل کو
کچھ تو سامان تسکین کا ہو
اب ٹھہرتا نہیں قلبِ مضطر
ماں کی گودی میں آجاؤ اصغرؑ

ہائے ، تیر ستم تم کو مارا
اور کوئی نہ لرزا ، نہ تڑپا
ظالموں کے یہ دل ہیں کہ پتھر
ماں کی گودی میں آجاؤ اصغرؑ

نوحہ و غم ہے ساری فضا میں
ایک ماتم ہے ارض و سما میں
ہر طرف ہے بپا ایک محشر

ماں کی گودی میں آجاؤ اصغرؑ

دردِ فرقت مرے لال کیا ہے
یہ اُسی ماں کا دل جانتا ہے
یہ قیامت گزرتی ہے جس پر
ماں کی گودی میں آجاؤ اصغرؑ

ہائے ساحرؔ، یہ ماں کی صدائیں
آؤ اے لال، لے لوں بلائیں
منتظر ہوں میں خیمہ کے در پر
ماں کی گودی میں آجاؤ اصغرؑ

اصغرؑ کی قبر صبر کی حد کا ہے امتحاں
ایک اور کربلا یہ حدِ کربلا ہے

روایتیں

کیوں تڑپ اٹھے نہ غم سے، دل ہے یہ، پتھر نہیں
دل کی فطرت اور ہے، پتھر کی فطرت اور ہے

☆

اپنے محور پہ زمیں کو تھا ٹھہرنا مشکل
لے کے بے شیر کو جب قبلۂ عالم نکلے

لکھ گئے تاریخ اپنے خون سے انصارِ حسینؑ
یوں گلے تیغوں کے نیچے مسکرا کر رکھ دیئے

☆

دید کے قابل ہے اس منزل پہ بھی صبرِ حسینؑ
جس جگہ ایوبؑ سے صابر نے ہمت ہار دی

☆

اُن سے کہہ دو، غمِ شبیرؑ ہے ہر غم کا علاج
تم سے جو بھی غمِ دنیا کی دوا مانگتے ہیں

☆

دولتِ اشک و دامنِ ساحرؔ
ذوقِ غم یہ تری بدولت ہے

☆

زندگی کو ہے فنا، سچ ہے یہ ساحرؔ لیکن
میں تو جی اٹھوں جو منبر پہ مرا دم نکلے

نوحہ خواں: جناب صادق حسین عرف ممن صاحب مرحوم
انجمن عابدیہ کاظمیہ کراچی

روایت

درحال جناب سکینہؑ

جب رن میں قتل ہو گئی فوجِ شہِ ہدا
جاں اپنی نذر کر چکے انصارِ باوفا

جب راہِ حق میں بنتِ علیؑ صبر و شکر سے
بیٹوں کو اپنے بھائی پہ خود کر چکیں فدا

جب دشتِ کیں میں دوڑتے گھوڑوں کے پاؤں سے
پامال جسمِ قاسمؑ نوشاہ ہو گیا

جب ہو چکے سناں کا ہدف اکبرِؑ حزیں
جب اپنے خوں میں بھر گئی تصویرِ مصطفیٰؐ

جب دونوں ہاتھ ہو چکے عباسؑ کے قلم
جب سو گیا ترائی میں وہ شیرِ کربلا

جب کھا کے اپنے باپ کے ہاتھوں پہ ایک تیر
بے شیر بھی تڑپ کے جہاں سے گزر گیا

تب رن سے آئے خیمہ میں اس طرح سے حسینؑ
چہرے پہ بے زباں کا لہو تھا ملا ہوا

یہ حال شہؑ کا دیکھ کے زینبؑ تڑپ گئیں
گھبرا کے پوچھنے لگیں ، بھیا یہ کیا ہوا؟

پلٹے ہیں خالی ہاتھ جو رن سے شہِ زمن
ہے ہے ، یہ کیا ہوا مرا اصغرؑ کہاں گیا

بولے حسینؑ ، شکر کرو ، شکر اے بہن
اصغرؑ نے ہم کو پیشِ خدا سرخ رو کیا

ٹکرا کے تیرِ ظلم سے خالق کی راہ میں
معصوم مسکرا کے جہاں سے گزر گیا

اب اور کچھ نہیں جو رہِ حق میں نذر دوں
تھا آخری یہ ہدیۂ مظلومِ کربلا

رخصت کو تم سے آئے ہیں اب ہم بھی اے بہن
لو ، اب ہمارے جانے کا بھی وقت آ گیا

اب ہم بھی جا رہے ہیں شہادت کی راہ میں
ماں کی جگہ ہو تم مجھے رخصت کرو عطا

اب ہم ہیں اور نرغۂ افواجِ شام ہے
اب تم ہو اور قید کی ذلت کا سامنا

یہ سن کے بے قرار ہوئیں زینبؑ حزیں
لیکن کہا کہ جاؤ ، سدھارو بچے وفا

اب تم ہو اور صبحِ شہادت کا نور ہے
اب ہم ہیں اور شامِ غریبان کربلا

یہ سن کے اہلِ بیتِ نبوت تڑپ اٹھے
آلِ نبیؐ میں نوحہ و ماتم کا غل ہوا

القصہ ہجومِ غم و ہم کے درمیاں
رخصت ہر اک سے ہو کے چلے شاہِ کربلا

خیمہ سے نکلے کہتے ہوئے یا علیؑ مدد
حاضر تھا در پہ دیر سے رہوار باوفا

ہو کر سوار اُس پہ اشارہ کیا اُسے
میداں کی سمت چلنے کا اب وقت آ گیا

تھا کب سے اس اشارے کا وہ منتظر مگر
رہوار ایک گام بھی آگے نہ بڑھ سکا

یہ دیکھ کر حسینؑ کو حیرت ہوئی بہت
کیا بات ہے سمند جو بڑھتا نہیں ذرا

پھر یوں کیا فرس کو مخاطب امامؑ نے
اے اسپِ نامدار یہ بےچارگی ہے کیا

میں جانتا ہوں بھوک سے تو بھی نڈھال ہے
تجھ کو بھی تین روز سے پانی نہیں ملا

افسوس ، تو حسینؑ کا رہوار ہے مگر
تجھ کو حسینؑ آب و غذا بھی نہ دے سکا

سچ ہے کہ آج بے کس و ناچار ہوں بہت
اتنا مگر یقین دلا دوں تجھے ذرا

اے باوفا ، یہ میری سواری ہے آخری
زحمت نہ اور دے گا تجھے سبطِ مصطفیٰ

یہ سن کے اس کی آنکھوں سے آنسو ہوئے رواں
مڑ مڑ کے جانبِ شہِ دیں دیکھنے لگا

اس کا اشارہ پا کے جو اترے شہِ زمن
تھرا کے آپ رہ گئے دیکھا وہ ماجرا

بالی سکینہؑ لپٹی ہے گھوڑے کے پاؤں سے
آنسو رواں ہیں ، روتی ہے وہ غم کی مبتلا

ٹکرا رہی ہے سر کو زمیں سے وہ بار بار
یہ دیکھ کر حسینؑ سا صابر بھی رو دیا

دوڑے تڑپ کے سیدِ مظلوم اس طرف
بیٹی کو بڑھ کے گود میں اپنی اٹھا لیا

ننھے گلے کو چوم کے کہنے لگے حسینؑ
جانِ پدر ، غریب پدر آپ پر فدا

کس واسطے یہ حال بنایا ہے آپ نے
کیوں آپ نے حسینؑ کا روکا ہے راستا

کہنے لگی تڑپ کے وہ مظلوم ، باپ سے
بابا ، خدا کے واسطے رک جایئے ذرا

جانے نہ دوں گی جانبِ مقتل میں آپ کو
جو بھی گیا وہاں سے پلٹ کر نہ آ سکا

عونؑ و محمدؑ ، اکبرؑ و قاسمؑ سبھی گئے
ایک ایک کر کے بھائی میرے ہو گئے جدا

حد تو یہ ہے کہ وہ مرا ننھا سا بھائی بھی
دشتِ ستم سے گھر میں پلٹ کر نہ آ سکا

بولے حسینؑ ، جانِ پدر ، اب نہ کچھ کہو
روکو نہ راہِ حق کے مسافر کا راستا

دیکھو تو ، کتنی پیاس سے تم بے قرار ہو
لاؤں گا جا کے نہر سے پانی اگر ملا

بولی تڑپ کے اس پہ سکینہؑ ، نہیں نہیں
مجھ سے یہی تو کہہ کے گئے تھے مرے چچا

اپنے چچا کو کھو کے بھی کیا تشنہ لب ہوں میں
اب مجھ کو کچھ بھی پیاس نہیں ، شکرِ کبریا

اب آپ بھی جو رن کو گئے مجھ کو چھوڑ کر
کون آج اپنے سینہ پہ مجھ کو سلائے گا

میں ہاتھ جوڑتی ہوں ، خدارا نہ جایئے
بابا ، نہ جایئے ، یہ کنیز آپ پر فدا

بچی کے اس بیان سے بے چین ہو گئے
بولے حسینؑ ، غم نہ کرو میری مہ لقا

بی بی کو اپنے سینہ پہ ہم خود سلائیں گے
وعدہ یہ آپ سے ہے شہِ خاص و عام کا

جب آئے شام داغ یتیمی لیئے ہوئے
خیموں کو جب جلانے لگے فوجِ اشقیا

جب اک لعین کھینچ لے کانوں سے بالیاں
رونے پہ جب لگائے طمانچے وہ بے حیا

اس وقت آپ خیمہ سے باہر نکل پڑیں
مقتل میں آئیں باپ کو دیتی ہوئی صدا

پہنچیں جب ایک نشیب تلک دوڑتی ہوئی
دیکھیں وہاں مرا تنِ بے سر پڑا ہوا

گودی میں بی بی آپ کو لینے کے واسطے
پھیلاؤں گا میں ہاتھ بصد شوق و التجا

بس آ کے میرے سینہ سے لگ جائیں دوڑ کر
پھر آپ کو میں سینہ پہ اپنے سلاؤں گا

بالی سکینہؑ سن کے یہ صدمہ سے غش ہوئی
کون و مکاں میں نوحہ و ماتم بپا ہوا

ساحر، بس اب خدا کے لیئے بس بھی کر بیاں
اب تو کسی کو ضبط کا یارا نہیں رہا

لہو سے دشت کو جنت بنا کے چھوڑ گئے
سوئے بہشت مسافر جو کربلا کے چلے

....

قطعہ

فتحِ حق کا نشاں ہو گئی
کربلا جاوداں ہو گئی
ایک سجدہ سے شبیرؑ کے
یہ زمیں آسماں ہو گئی

روایت

نوحہ خواں: انجمنِ عابدیہ کاظمیہ کراچی

روایتِ روزِ محشر

کیا مرتبہ زہراؑ کو اللہ نے بخشا ہے
خاتونِ قیامت ہیں اعزاز یہ پایا ہے

امت کی شفاعت ہے زہراؑ کی سفارش پر
یہ بنتِ پیمبرؐ سے اللہ کا وعدا ہے

آئیں گی جو محشر میں بی بیؑ وہ شفاعت کو
راوی نے وہ نقشہ کچھ اس طرح سے کھینچا ہے

ہے عرصۂ محشر میں سب خلقِ خدا حاضر
میدانِ قیامت میں اک حشر سا برپا ہے

سورج ہے سرِ میداں یوں ، آگ برستی ہے
ہیں آبلے جسموں پر اور پیاس کا غلبا ہے

پھرتے ہیں گناہوں کے منظر جو نگاہوں میں
مایوس ہیں بخشش سے ، انجام کا دھڑکا ہے

دوزخ کے تصور سے سوکھے ہوئے ہونٹوں پر
آہیں ہیں ، فغانیں ہیں ، فریاد ہے ، نالا ہے

اس سخت مصیبت میں کون آئے مدد کرنے
اس یاس کے عالم میں اب کس کا سہارا ہے

اتنے میں سرِ محشر آواز یہ ایک آئی
نظروں کو جھکا لیں سب یہ حکم خدا کا ہے

آتی ہے سواری اب خاتونِ قیامت کی
مایوس گنہگارو ، بخشش کا یہ مژدا ہے

اک نور کی محمل میں خاتونِ قیامت ہیں
اس نور کی محمل پر انوار کا پردا ہے

وہ شانِ جلالت ہے اس نور کی محمل میں
تھراتے ہیں قدسی بھی ، سورج بھی لرزتا ہے

ہر سمت ہے میداں میں اک موت کا سناٹا
جو آنکھ ہے اندھی ہے ، جو نطق ہے گونگا ہے

ناگاہ صدا آئی اس نور کی محمل سے
جو بھی ہے ثنا ممکن یا رب تجھے زیبا ہے

میں آئی ہوں مقتل سے امت کی شفاعت کو
تو داورِ محشر ہے ، تو حاکمِ اعلا ہے

دربار میں تیرے میں فریاد کو آئی ہوں
تو عادل و منصف ہے ، مظلوم کی سنتا ہے

اے رحمتِ حق ، تیرے محبوبؐ کی امت پر
کیا سخت قیامت ہے ، کیا وقت یہ آیا ہے

گو ان کے تو دامن ہیں آلودہ گناہوں سے
تو بخش دے شیعوں کو میری یہ تمنا ہے

غم میں میرے بچے کے آنسو یہ بہاتے ہیں
ہر اشکِ عزا ان کا بخشش کا بہانا ہے

آنکھیں غمِ سرور میں اشکوں سے چھلکتی ہیں
ماتم کا نشاں ان کے سینوں پہ چمکتا ہے

خوں اپنا بہاتے تھے یہ حسرتِ نصرت میں
زنجیروں کے ماتم کا ہر زخم یہ کہتا ہے

دوزخ سے رہائی کی ضامن ہوں مرے مالک
محشر میں شفاعت کا ان سے مرا وعدا ہے

اب تیرے ہی ہاتھوں ہے عزت مرے وعدے کی
تو نے ہی شفاعت کا منصب مجھے بخشا ہے

دکھ جھیلے ہیں جو میں نے امت کی شفاعت کو
معلوم ہیں سب تجھ کو ، تو عالم و دانا ہے

رخصت میرے بابا کے ہوتے ہی زمانے سے
دنیا نے مجھے کیسا جی بھر کے ستایا ہے

شرکت بھی نہ کی یا رب لوگوں نے میرے غم میں
پُرسہ تو وہ کیا دیتے ، رونے سے بھی روکا ہے

محروم کیا مجھ کو بابا کی وراثت سے
شوہر کو رسن بستہ گلیوں میں پھرایا ہے

کیا کیا میرے شبّرؑ پر امت نے ستم ڈھائے
حد ہے کہ جنازے پر مینھ تیروں کا برسا ہے

شبیرؑ نے غربت میں ہر ظلم و ستم سہہ کر
امت ہی کی خاطر تو گھربار لٹایا ہے

چھ ماہ کا بچہ بھی قربان کیا اپنا
پھر سجدۂ آخر میں سر نذر گزارا ہے

دنیا نے ستم ڈھائے اور صبر کیا میں نے
کب کلمۂ بد کوئی لب پر مرے آیا ہے

میں در پہ ترے خالی ہاتھ آئی نہیں یا رب
ہے نذر کو حاضر جو شایاں ترے ہدیا ہے

یہ خون میں تر میرے مظلوم کا پیراہن
یہ گرد بھرا میرے بچے کا عماما ہے

ہر پیچ عمامہ کا تلواروں سے ہے ٹکڑے
جو لختِ دلِ زہراؑ کے خون سے بھیگا ہے

شبیرؑ کے سر پر تھا اس وقت یہ عمامہ
لاکھوں نے اکیلے کو جب گھیر کے مارا ہے

اک یہ بھی شہادت ہے قربانیٔ زہراؑ کی
ڈوبا ہوا خوں میں جو اک ننھا سا کرتا ہے

آئے تھے علی اصغرؑ جب باپ کے ہاتھوں پر
منظر وہ قیامت کا ان آنکھوں نے دیکھا ہے

وہ تیر سہ شعبہ اور بے شیر کی وہ گردن
وہ باپ کے ہاتھوں پر معصوم تڑپتا ہے

خاتونِ قیامت نے پھر عرض یہ کی رو کر
یا رب ، میرے دامن میں اک اور بھی ہدیا ہے

یہ میرے پسر ، میرے عباسؑ کے بازو ہیں
امت کے لیئے جس نے ان ہاتھوں کو وارا ہے

پانی کے لیئے جس نے جاں اپنی فدا کر دی
اک مشک بچانے کو خوں اپنا بہایا ہے

وہ جس کی وفاؤں سے تا حشر زمانہ میں
اونچا تھا نشاں حق کا اور آج بھی اونچا ہے

خوش ہو کے کہا اس کو خود اپنا پسر میں نے
بیٹوں کی طرح مجھ کو عباسؑ بھی پیارا ہے

وہ دشتِ مصیبت میں زینبؑ کا سہارا تھا
منزل میں شفاعت کی اب میرا سہارا ہے

زہراؑ کا بیاں سن کے اِک حشر ہے محشر میں
جو آنکھ ہے گریاں ہے، جو دل ہے وہ روتا ہے

آتی ہے صدا حق کی، مغموم نہ ہو زہراؑ
مقبول شفاعت میں اک اک ترا ہدیا ہے

جا، بخش دیا تیرے صدقے تری امت کو
منظور ہے وہ ہم کو جو تیری تمنا ہے

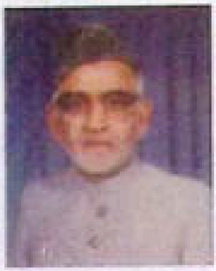
یہ آلِ محمدؐ کی قربانیاں اے ساحؔر
کیا چاہتی ہیں ہم سے ہم نے کبھی سوچا ہے

رباعی

دامن دلِ صد چاک کا سیتے نہ بنے
تلخابۂ زندگی بھی پیتے نہ بنے
جیتے ہیں غمِ شہؑ کے سہارے ساحؔر
یہ غم نہ میسّر ہو تو جیتے نہ بنے

ساحر لکھنوی کی دیگر تصنیفات و تالیفات

- خانوادۂ اجتہاد کے مرثیہ گو — تحقیقی مقالہ
- صحیفۂ مدحت — مجموعۂ قصائد
- آیاتِ درد — مجموعۂ مراثی
- احساسِ غم — مجموعۂ مراثی
- مرثیہ قطب شاہ سے ساحر تک — مرثیہ
- فقہ و شمشیر — مرثیہ مطبوعہ دہلی
- علم اور علماء — شخصی مرثیہ مطبوعہ کراچی و دہلی
- فنِ تاریخ گوئی کا تنقیدی جائزہ
- یقینِ کامل — دینی مسائل
- ایمانی شہ پارے (تقدیم و تدوین) — دینی مضامین
- باتیں ہماری رہ گئیں — ترتیب و تدوین
  (حسین اعظمی مرحوم کی وفات پر)



حضرت ساحر لکھنوی کا شاندار تحقیقی کارنامہ
"خانوادۂ اجتہاد کے مرثیہ گو" پر
اکابر، نقاد و دانشور حضرات کی مختصر آراء

۱۔ "اگر حضرت ساحر کا یہ تحقیقی مقالہ کسی بھی یونیورسٹی کے شعبۂ اردو میں سب سے اعلیٰ ڈگری (ڈی لٹ) کے لئے پیش کیا جاتا تو فخر سے اس شعبہ کا سر بلند ہو جاتا اور ایسے مایہ ناز ریسرچ اسکالر کو ایوارڈ سے نوازا جاتا۔ میں اس کو سال ۲۰۰۳ء کا عظیم ادبی شاہکار سمجھتا ہوں۔
(ڈاکٹر اکبر حیدری کشمیری۔ لکھنؤ)

۲۔ "یہ بہت ہی وقیع کام ہے جس کی داد زمانہ دے گا۔ تحقیقی مطالعات میں جو ایک کڑی چھوٹی ہوئی تھی آپ نے اس کو بھی جوڑ دیا ہے۔ یہ ایک اہم خدمت ہے۔ مبارک باد قبول فرمایئے"۔ (پروفیسر گوپی چند نارنگ۔ صدر ساہتیہ اکادمی، دہلی)

۳۔ "ماہرے ساحر تک" محض کتاب نہیں اپنے موضوع پر دستاویزی صحیفہ ہے۔ اردو شاعری خصوصاً اور مرثیہ نگاری کی تاریخ میں یہ ایک نشانِ ابدی ہے جو ساحر لکھنوی کے نام اور کام کو ہمیشہ زندہ رکھے گا۔ (ڈاکٹر فرمان فتح پوری۔ کراچی)

۴۔ "خانوادۂ اجتہاد کے مرثیہ گو" (ساحر لکھنوی) کی تنقیدی بصیرت، زبان اور فن کے تہہ در تہہ مسائل پر استادانہ مہارت، تحقیقی وثاقت و ثقاہت اور بحیثیت مجموعی بجائے خود ایک "مکمل ثقافتی شخصیت" اور اپنی ذات میں ایک "دبستانِ فن" ہونے پر دستاویزی ثبوت ہے۔
(حضرت علامہ عقیل الغروی۔ دہلی)

۵۔ "ایسے کام تو دانش گاہوں کی خالص علمی فضا میں بھی کم کم دیکھنے میں آتے ہیں"۔ (ڈاکٹر انیس اشفاق۔ صدر شعبۂ اردو، لکھنؤ یونیورسٹی)

۶۔ "خانوادۂ اجتہاد کے مرثیہ گو (ماہرے ساحر تک)" تحقیق و تنقید کا قران السعدین ہے۔ گذشتہ صدی کے تحقیقی کارناموں میں یہ مقالہ ایک سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے اور گذشتہ پچیس تیس برسوں کے تحقیقی عمل میں یہ مقالہ اپنا جواب آپ ہے۔
(ڈاکٹر عراق رضا زیدی۔ صدر شعبۂ فارسی، جامعہ ملیہ، دہلی)

۷۔ "خانوادۂ اجتہاد کے مرثیہ گو کے عنوان سے منصۂ شہود پر نمودار ہونے والی یہ حقیقتاً معرکہ آرا اور تاریخ ساز کتاب ہے۔ اردو ادب بالخصوص اردو کے رثائی ادب میں اس گراں بہا اضافہ پر جناب ساحر لکھنوی کی خدمت میں ہدیۂ تبریک و امتنان پیش کرتا ہوں"۔
(پروفیسر شرافت عباس۔ صدر شعبۂ فارسی، بلوچستان یونیورسٹی)

۸۔ "جنابِ ساحر نے آسمانِ خانوادۂ اجتہاد کے فروزاں ستاروں کی کہکشاں سے روشنی جذب کر کے آپ تک پہنچائی ہے۔ بالفاظِ دیگر خانوادۂ اجتہاد کے گلشن کے سوا سو سال کے فکری بہاروں کے چیدہ چیدہ پھولوں کے مہکتے ہوئے انباروں سے عطر کشید کر کے آپ تک ان کی خوشبو پہنچائی ہے"۔ (مولانا عبدالحسن مبین سرحدی۔ فیصل آباد)

۹۔ "خانوادۂ اجتہاد کے مرثیہ گو۔ ماہرے ساحر تک" متقاضی ہے کہ اس میں بکھرے ہوئے شعری پیکر اور ادب پاروں سے جوہر شناس افراد اپنے ذوق و استطاعت کے بموجب لطف اندوز اور شاعرانہ محاسن کی کارفرمائی سے استفادہ کریں"۔ (ڈاکٹر طاہر کاظمی۔ دہلی)

۱۰۔ "یہ کام ہر اعتبار سے تاریخی ہوا ہے۔ اس اعتبار سے کہ یہ غریق طوفانِ گمنامی ابھر آئے اور تا دیر یاد رکھے جائیں گے۔ ساتھ ہی ساتھ آپ کا یہ کارنامہ تاریخی بھی ہے۔ کس درجہ محنت و مشقت سے یہ کارنامہ انجام دیا ہے۔ داد کے لئے لفظیں نہیں ملتیں۔ ادب کی تاریخ آپ کو یاد رکھے گی۔ (جناب سید محمد نقوی۔ مدیرِ اعلیٰ "توحید مسلک" لکھنؤ)

۱۱۔ "مرثیہ گویوں کے حالات اور دلچسپ واقعات نے اسے ایک یادگار تصنیف بنا دیا ہے"۔ (ڈاکٹر نیر مسعود۔ لکھنؤ)

قیمت:
چھ سو روپیہ
Rs. 600/-

ملنے کا پتہ: آثار و افکار اکادمی (پاکستان) دانش منزل۔ A-44/13 گلشن اقبال، کراچی۔ 75300